مرویات و تعلیمات سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو فروغ دینے کی ایک
عقیدت مندانہ کاوش

الاربعین الحسینیۃ

اربعین امام حسین رضی اللہ عنہ

جمع و ترتیب
مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی
دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

رفاعی مشن (ناسک) کھیرنا گاؤں نیو ممبئی

بِأَبِي أَنتَ وَ أُمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ الأُمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : اربعین امام حسین رضی المولیٰ عنہ وارضاہ عنا

غایت : اَربعینات کونئ جہت سے آشنا کرنے کی عقیدت مندانہ کوشش
اورتعلیمات ومرویاتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ترویج واِشاعت

جمع وتدوین: ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی
دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ
afrozqadri@gmail.com

تصویب : آبروے اہلسنّت حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمبین نعمانی - مدظلہ النورانی -

تحریک : خطیب اہل سنت، مفتی دیارِکوکن علامہ سید رضوان احمد رفاعی شافعی

حروف ساز : فہمی چریاکوٹی

صفحات : چھیانوے (96)

اِشاعت : 2018ء - ۱۴۳۹ھ

قیمت : 80 ؍روپے

تقسیم کار : کمال بک ڈپو، نزد جامعہ شمس العلوم، گھوسی، مئو، یوپی، انڈیا۔

٥ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ ٥

غلامانہ خراج

شہداے کربلا کے نام

جن کی قربانیوں نے اَمن وفساد، عدل وظلم اور وفا و جفا کے درمیان

ہمیشہ کے لیے خطِ اِمتیاز کھینچ دیا۔

جن کی دادِ شجاعت اور جرأت مومنانہ سے دنیا کو

حسینیت اور یزیدیت

کی شکل میں حق و باطل کی پہچان کے دو کھرے کردار مل گئے۔

اور جن کے مقدس خون سے آج بھی چمن اِسلام ہرا بھرا ہے

اور باطل کی ہزار اِسلام مخالف سرگرمیوں کے باوصف

صبح قیامت تک۔ اِن شاء اللہ۔

یہ چمن نا آشنائے خزاں رہے گا۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا، نہ زیاد کی وہ جفا رہی

جو رہا تو نام **حسین** کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اہل بیت رسول کا پشتینی غلام: **محمد اَفروز قادری چریاکوٹی**

فہرست مضامین

دو باتیں

نحمده ونصلي ونسلم علىٰ حبيبه الكريم وعلىٰ آله

الطيبين الطاهرين وصحابته الكرام أجمعين أمَّا بعدُ!

'اَربعین نویسی' اِسلام کی اوّلین علمی دلچسپیوں کی ایک اہم، وقیع اور متبرک کڑی ہے۔ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس حدیثوں کے حفظ ونقل پر جوعظیم بشارت دی ہے اس کے پیش نظر خیرالقرون سے اَب تک فضیلت وثواب کی تحصیل اور سعادتِ دارین کے حصول کی خاطر علماے اُمت نے نہ صرف اَربعین احادیث کا تحفظ کیا؛ بلکہ زبانی یا تحریری طریقہ سے انھیں دوسروں تک پہنچانے کا بھی خوبصورت اہتمام فرمایا ہے۔

تذکرہ نگاروں کی روایات اور مورخین حدیث کی تفصیلات کے مطابق حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ پہلے محدث ہیں جنھوں نے اس فن پر پہلی اربعین مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعدازاں علم حدیث، حفاظت حدیث، اور حفظ حدیث کی علمی اور عملی ترغیبات نے اربعین نویسی کو ایک مستقل شعبہ حدیث بنا دیا۔

تاریخ حدیث بتاتی ہے کہ ہر دور میں بستانِ علم کے مالیوں نے اپنے ذوق وظرف کے مطابق اس میں گل ریزی کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اسی لیے ہرعہد کی ہتھیلی پر اَربعینات کے رنگ برنگے پھول ہمیں کھلے دکھائی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں اربعین کے سینکڑوں مجموعے اُصولِ دین، عبادات، آدابِ زندگی، زہدوتقویٰ اور خطبات وجہاد جیسے موضوعات پر مرتب ہوتے رہے۔ گزرتے اَدوار کے ساتھ اس صنف میں مزید توسع وتنوع پیدا ہوتا رہا، اور گوناگوں علمی موشگافیاں اس ضمن

میں منصۂ شہود پر اُجاگر ہوتی رہیں۔

سلسلہ اَربعینات کو ایک نئی جہت سے آشنا کرنے اور علماے متقدمین کے نقوشِ قدم سے لپٹی برکتوں کو کشید کرنے کی غرض سے فقیر قادری نے بھی چند سال قبل ایک سیریز بنام 'سلسلہ اَربعیناتِ چریاکوٹی' شروع کرنے کی ایک طالب علمانہ کوشش کی تھی، جس میں اُمید سے زیادہ کامیابی ملی اور- الحمدللہ- نصف درجن کے قریب بالکل انوکھی اور اپنے موضوع پر منفرد اَربعینات کو منظر عام پر لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مرویاتِ شہید کربلا پر مشتمل یہ 'اَربعین امام حسین' بھی اسی سلسلے کی ایک اچھوتی کڑی ہے۔

اس کی ضرورت اِس لیے محسوس ہوئی کہ ہماری معلومات امام حسین رضی اللہ عنہ کی متنوع مساعی جمیلہ کے حوالے سے نا کے برابر ہے۔ ہم نے امام حسین کے ساتھ صرف معرکہ کربلا کو جانا ہے۔ یقیناً تاریخ حق و باطل کا یہ ایک بہت بڑا معرکہ تھا، مگر یہ اِمام کی زندگی کا اوّل وآخر مقصد و کارنامہ نہیں تھا، جہاں تک معرکہ کربلا کا تعلق ہے تو اسے وقت کی ایک پکار سمجھنی چاہیے کہ جس پر بلا تاخیر و تامل لبیک کہتے ہوئے امام پاک نے سیاہ وسفید، حق و باطل اور ظلم وعدل کے درمیان ہمیشہ کے لیے خط اِمتیاز کھینچ دیا۔ اس لیے اسے امام حسین کی زندگی کے عظیم کارناموں میں سے ایک لازوال کارنامہ سمجھنا چاہیے؛ تاہم یہی سب کچھ نہیں تھا، اس کے علاوہ بھی امام حسین کی زندگی میں ہمارے لیے بہت کچھ ہے، اور امام پاک کی دلچسپیوں کے ابھی بہت سے میدان ہیں، جن کی تحقیق وتالیف کی طرف اہل علم کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ اس کی کچھ تفصیلات آپ اگلی سطروں میں دیکھیں گے۔

کتب سیر گواہ ہیں کہ امام پاک کو علم وکمال سے اللہ واسطے کی دلچسپی ووابستگی تھی، اور مختلف علوم وفنون میں آپ ماہرانہ شان وکمال رکھتے تھے۔ اسلامی نئے سال ۱۴۳۹ھ کی گہما گہمی اور محرم الحرام کی بے ہنگم چہل پہل دیکھ کر اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ 'مدینہ

علم' کی آغوش میں آنکھیں کھولنے والے اس جنتی شہزادے نے لب نبوت سے جھڑنے والے نہ معلوم کتنے خوش آب موتیوں کو اپنے صدفِ گوش میں جگہ دی ہوگی؛ کیوں نہ آپ کی مرویات سے ایک اَربعین مرتب کر کے اربابِ علم وفکر کے روبرو پیش کر دی جائے۔

چنانچہ اس سلسلے میں پہلے عربی واُردو کے علمی ذخائر چھانے گئے، اور اہل علم وخبر سے روابط بھی کیے گئے کہ اگر کسی نے کبھی اس موضوع پر طبع آزمائی کی ہوگی تو تکرار بے سود ہے؛ مگر جب کہیں سے اس قسم کے کام کا سراغ نہ ملا تو پھر ہم نے عزمِ بالجزم کرلیا کہ اللہ جل مجدہ کی توفیق وعنایت سے اَربعین امام حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے جمع وترتیب کی یہ سعادت ہم خود حاصل کریں گے۔

خدا کا شکر کہ 'اَربعین امام حسین' کا یہ سیٹ ضروری توضیحی نوٹس کے ساتھ اللہ اللہ کر کے تیار ہوگیا۔ یاد رہے کہ آپ سے مروی چند ایک حدیثیں صحاح میں بھی آئی ہیں۔ ہر چند کہ اس کے جمع وترتیب اور ترجمہ وتشریح میں کچھ مشکلات سامنے آئیں؛ مگر بحمداللہ ساتھ ہی ان کے حل کی راہیں بھی ہموار ہوتی گئیں، اور بالآخر یہ مجموعۂ اربعین اپنی پوری تب وتاب کے ساتھ اَب آپ کے روبرو حاضر ہے۔ عجلت کے باعث روایتیں نقد وجرح کی کسوٹی پر نہیں پرکھی گئیں، بس ائمہ اعلام اور محدثین عظام کی روایتوں پر اعتماد کرتے ہوئے جوں توں نقل کر دی گئی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ جل مجدہ میرے اس عمل کو محض اپنی اور اپنے پیارے محبوب ﷺ کی رضا کے لیے قبول فرمائے، اس سلسلے کو مزید باثروت بنانے کی توفیق میرے رفیق حال کرے اور اس اربعین امام حسین کو میری اور میری آنے والی نسلوں کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

-: یکے اَز غلامانِ اہل بیت :-

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

یک شنبہ، ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ...... مطابق ۲۱ر اکتوبر ۲۰۱۷ء

تبریک وتقریظ

مفکر ومبلغ اِسلام، فاضل گرامی قدر علامہ مفتی **محمد عبدالمبین نعمانی** قادری - دامت فیوضہم -

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ
رسولہ الکریم وآلہ وصحبہٖ أجمعین إلی یوم الدین، وبعد!

عزیزی مولانا **محمد اَفروز قادری چریاکوٹی** – زِیدَ عِلْمُہٗ وَعَمَلُہٗ – نوجوانی ہی میں چار درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ومرتب بن گئے ہیں۔ اُن کی تصنیف وتالیف اور ترجمہ وترتیب کا محور دین وتبلیغ دین ہے۔ اسی کے پیش نظر مولانا نے **'چہل حدیث'** کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ سب سے پہلے بچوں کے اَخلاق وکردار کو سنوارنے کے تعلق سے ایک **'چہل حدیث'** ترتیب دی اور ہر حدیث کے ساتھ ایک سبق آموز واقعہ بھی شامل کرتے گئے جو بہت مقبول ہوئی، متعدد مقامات سے اس کی اِشاعت عمل میں آئی۔ مولانا اس عمل خیر پر تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔

اَب تک مولانا موصوف کے قلم سے مختلف اچھوتے موضوعات پر نصف درجن سے زائد چہل حدیث کے مجموعے اشاعت پذیر ہوچکے ہیں، اسی سلسلے کی ایک کڑی زیر نظر کتاب بھی ہے، یعنی **اَربعین اِمام حسین** علی جدہٖ وعلیہ السلام۔ جس کے ذریعے مصنف نے چہل حدیث کے باب میں ایک نئی جہت سے کاوش کی ہے، تاکہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر جان چھڑکنے والے اوران سے عشق ومحبت کا اِظہار کرنے والے صرف رسمی محبت کا دم نہ بھریں بلکہ ان کے کردار واخلاق اوران کے ذریعہ ان کے جد کریم، نبی رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جو تعلیمات اُمت تک پہنچی ہیں ان پر عمل بھی کریں اور دوسروں کو بھی عمل کی دعوت دیں۔

بڑے خوش بخت اور لائق توصیف ہیں وہ محبانِ حسین جو اس ’**حسینی گلدستہ احادیث**‘ کو عام کر کے فیضانِ اِمام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے مالا مال ہونے کی سبیل پیدا کریں گے۔

یہ حدیثیں کسی خاص موضوع کی نہیں ہیں بلکہ ہر حدیث ایک الگ موضوع (Topic) کا پتا دیتی ہے۔ گویا یہ مجموعہ الگ الگ رنگ کے پھولوں کا ایک حسین گلدستہ ہے اور ہر پھول اپنے رنگ و بو میں منفرد و بے مثال ہے، جن کے مطالعے سے ہمارے مشامِ ایماں معطر ہوں گے اور ان پر عمل کرنے کے بعد ہماری زندگی کا لمحہ لمحہ پاکیزہ اور خوشبودار ہو جائے گا۔ ہمارے اَخلاق و کردار مہک اُٹھیں گے، ہماری سیرت چمک جائے گی، اور رسوم و خرافات کی اس دنیا میں ہم حقائق آشنا ہوتے نظر آئیں گے۔ افسوس! آج ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہمیں کرنا کیا چاہیے اور کر کیا رہے ہیں۔ یہ مختصر گلدستہ حسینی ہمیں عمل کی راہ پر لگانے کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ حسن اتفاق ہی ہے کہ ہر حدیث مختصر ہے جنھیں بہ آسانی پڑھا جا سکتا ہے، ترجمہ کے ساتھ مختصر تشریح اور تذکیر کا بھی اِضافہ کر دیا گیا ہے۔ حوالوں کا بھی بھرپور اِلتزام ہے۔ تخریج کی کتب بھی چالیس (۴۰) سے زیادہ ہیں۔

شروع کتاب میں مصنف نے ’امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رخِ حیات کی چند جھلکیاں‘ کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع سوانحی مضمون بھی شامل کتاب کر دیا ہے جس سے سرکار حسین پاک رضی اللہ عنہ کی زندگی کے بہت سارے خفی پہلو اُجالے میں آ جاتے ہیں۔ جب کہ ان میں سے بعض اہم گوشوں کو اَور پھیلانے کی ضرورت تھی؛ مگر چوں کہ یہ ضمنی عنوان تھا، اس لیے اس میں اِختصار سے کام لیا گیا ہے۔

میری گزارش اور خواہش ہے کہ اس مجموعۂ ارشادات رسول گرامی وقار (ﷺ) کو جو امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث پر مشتمل ہے، عشرۂ محرم میں محفل حسینی قائم کر کے پڑھ کر سنا دیا جائے تو اپنے اسلامی بھائیوں میں عملی بیداری کی ایک لہر دوڑ سکتی ہے۔ یوں ہی عشرۂ محرم میں جمعہ کے بیانات میں بھی ان کو سنایا جا سکتا ہے۔ جمعہ میں مصلّیوں کی محفل از خود منعقد ہو جاتی ہے؛ اس لیے اس میں ایک طرح کی آسانی بھی ہے۔

اَربعین (چہل حدیث) کی فضیلت: اب اخیر میں چہل حدیث کی فضیلت میں جو روایت مشہور ہے، اس کا متن، ترجمہ اور مختصر تشریح پیش کی جاتی ہے۔

عن أبي الدرداء قال سئل رسولَ اللّٰه ﷺ ما حدُّ العلم الذي إذا بلغه الرجل كان فقيها فقال رسول اللّٰه ﷺ من حفظ علىٰ أمتي أربعين حديثا في أمر دينها بعثه اللّٰه فقيها و كنت له يوم القيامة شافعا و شهيدا. –رواہ البیہقي في شعب الإيمان–(۱)

یعنی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس علم کی کیا حد ہے کہ آدمی جب وہاں تک پہنچ جائے تو عالم ہو جائے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری اُمت کی نفع رسانی کے لیے اس کے دین کے بارے میں (کم از کم) چالیس حدیثیں یاد کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے عالم بنا کر اُٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے دین و ایمان کی گواہی دوں گا۔

اس حدیث کو نقل کر کے امام المحدثین محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ (م۱۰۵۲ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے مراد ومقصود لوگوں تک (دین کے معاملے میں) چالیس احادیث کا پہنچانا ہے چاہے وہ (پہنچانے والا) انھیں یاد نہ بھی کرے اور ان کا معنی بھی نہ سمجھے۔

نیز فرماتے ہیں:

اسی حدیث کی بنا پر سلف وخلف (اگلے پچھلے) اکابر علمائے کرام نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے اُمیدوار بننے اور آپ کو گواہ بنانے

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم: ۳۶۔

کے لیے اَربعینات (چالیس احادیث) جمع کیں۔ ہر ایک نے دین کے کسی ایک پہلو سے متعلق چہل احادیث جمع کیں اور اس فقیر حقیر (مولف اشعۃ اللمعات) نے بھی دین کے ہر باب میں سے ایک ایک حدیث لے کر چہل حدیث کا ایک مجموعہ تالیف کیا۔ علم حدیث کی خدمت وتدریس کے بعد سب سے پہلے جس تالیف کی مجھے توفیق عطا ہوئی وہ یہی اَربعین ہے۔(۱)

صاحب مرآت شرح مشکوٰۃ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں :

اس حدیث کے بہت پہلو ہیں: یاد کرنا۔ چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا۔ ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا۔ راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا، سبھی اس میں داخل ہیں۔ یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری اُمت تک پہنچا دے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا۔ اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان وتقوے کی خصوصی گواہی دوں گا۔ ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی۔

اسی حدیث کی بنا پر قریباً تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں علاحدہ چہل حدیث جسے اربعینیہ کہتے ہیں جمع کیں۔ امام نووی اور شیخ عبدالحق دہلوی کی اربعینیات مشہور ہیں۔ فقیر (احمد یار خان) نے بھی اپنی کتاب سلطنت مصطفےٰ میں چالیس حدیثیں جمع کیں۔(۱)

یہ حدیث دس سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے، اور کسی ایک کی سند ضعف سے خالی نہیں؛ تاہم یہ فضائل سے متعلق ہے اور ضعف کے باوجود قابل قبول ہے؛ کیوں کہ شواہد اور تعددِ طرق سے ضعف ضعیف ہو جاتا ہے۔ علاوہ اَزیں بڑے

(۱) اشعۃ اللمعات مترجم: ۱/۵۱۷-۵۱۸۔

بڑے محدثین نے اسے قول کرتے ہوئے اس پر عمل کیا ہے، اس سے بھی قوت ملتی ہے۔

علامہ نووی، حضرت ملا علی قاری، علامہ عبدالرؤف مناوی، ابن حجر عسقلانی وغیرہ محدثین عظام نے اس حدیث پر بحث اور کلام کیا ہے۔ زیادہ تفصیل شرح جامع صغیر، فیض القدیر للمناوی میں موجود ہے۔ یہاں اِختصار کے پیشِ نظر اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس **اربعین حسینی** میں دین کے مختلف اَبواب سے متعلق احادیث پیش کی گئی ہیں؛ اس لیے بھی اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے؛ لہٰذا اس کی نشر و اشاعت میں اہل ایمان کو زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینی چاہیے۔ واللّٰہ الموفق لما یحب و یرضیٰ .

راقم عرض کرتا ہے کہ بظاہر چالیس حدیثوں کی قید سے یہی معلوم و مترشح ہوتا ہے کہ یہ بشارت چالیس ہی حدیث جمع کرنے اور اُس کی نشر و اِشاعت پر ہے؛ لیکن یہ بات بھی خوب ظاہر ہے کہ جو چالیس سے زیادہ اَحادیث کے جمع و اِشاعت پر عمل کرے گا وہ بھی اس بشارت کا مستحق ہے کہ چالیس سے زیادہ میں چالیس عدد بہرحال آ جاتا ہے، اگرچہ چالیس کے عدد کو ایک روحانی خصوصیت حاصل ہے؛ اس لیے اَئمہ و علما نے خاص چالیس کا بھی اِہتمام فرمایا، تاکہ اس کی خصوصی تاثیر و اِفادیت سے محروم نہ رہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کی اِس منفرد اور عقیدت مندانہ کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے، مزید کارِ نمایاں اور خدمت دین متین کی توفیق سدا اُن کے رفیق حال کرے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو

۵ر صفر المظفر ۱۴۳۹ھ......۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۷ء

---

(۱) مرآۃ شرح مشکوٰۃ: ۱/۲۲۱۔

شہید کربلا اَبو عبد اللہ اِمام حسین رضی اللہ عنہ

-رخِ حیات کی چند جھلکیاں-

تاریخ اِسلام کی جن شہرۂ آفاق شخصیتوں کو فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے، جنھوں نے اپنے پیچھے اَنمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور جو اِنسانی تاریخ کے لیے ایک مشترکہ ورثے کا درجہ رکھتی ہیں اُن میں شہید کربلا، اِمام ہمام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت اپنے کردار، اپنے طرزِ فکر اور اپنی اِنقلابی جدو جہد کے حوالے سے سب سے الگ ہے۔ ذیل میں آپ کی لائق تقلید اور مثالی زندگی کے بعض اہم گوشے پیش کیے جارہے ہیں۔

اِسم گرامی: آپ کا اِسم گرامی حسین ہے۔ والد ماجد نے 'حرب' نام تجویز کیا تھا؛ مگر نانا جان نے تبدیل کرکے 'حسین' کردیا۔(۱)

کنیت ولقب: آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور اَلقاب زکی، طیب، سید الشہدا، سید شباب أهل الجنة، ريحانة النبی اور سبط الرسول تھے۔ پیغمبر آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ آپ کے محترم نانا اور اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ آپ کی مقدس نانی تھیں۔(۲)

شجرۂ مبارکہ: والد کی طرف سے شجرۂ نسب یوں جاتا ہے: امام حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ الیٰ عدنان۔ اور والدہ کی طرف سے نسب شریف یوں ہے: امام حسین بن خاتونِ جنت فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفےٰ بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ الیٰ عدنان۔

---

(۱) اسدالغابۃ، ابن اثیر: ۱/۲۶۳۔ (۲) تہذیب التہذیب: ۲۹۷،۳۴۶۔

ولادت باسعادت: روایتوں میں آتا ہے کہ ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کی چچی حضرت ام الفضل بنت حارث زوجہ حضرت عباس نے ایک بڑا ہی عجیب خواب دیکھا کہ کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اُن کی گود میں رکھ دیا ہے۔ وہ بدحواسی کے عالم میں فوراً بارگاہِ رسالت میں پہنچیں اور عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ! میں نے ایک بہت ناگوار خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا دیکھا ہے؟ عرض کیا: نا قابل بیان ہے۔ آپ نے فرمایا: بیان کرو، آخر کیا ہے؟ تب انہوں نے خواب بیان کیا۔ جسے سن کر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رأیت خیرا، تلد فاطمة ان شاء اللّٰه غلاما فیکون في حجرک .

یعنی یہ تو نہایت مبارک خواب ہے۔ بات یہ ہے کہ فاطمہ کو - ان شاء اللہ - ایک لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو اپنی گود میں لوگی۔(۱)

پھر کچھ ہی دنوں بعد اس خواب کی تعبیر یوں نکلی کہ مدینہ منورہ میں حق وصداقت کا ایک خوش پیکر فرزند روز سہ شنبہ۴ یا ۵/شعبان سنہ۴ ہجری (مطابق ۸/جنوری ۶۲۶ء) خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کے ہاں جلوہ آرا ہوا۔☆

---

(۱) دلائل النبوۃ، بیہقی: ۶/ ۴۶۹۔

☆ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارک کی بشارت کے ساتھ ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غیب دانی کی شان بھی بالکل عیاں ہے کہ آپ اللہ کی عطا سے ماں کے پیٹ میں کیا ہے جانتے ہیں۔ سورۂ لقمان کی اخیر آیت ویعلم ما فِي الأرحامِ میں جو ذکر ہے اس سے مراد ذاتی علم ہے وہ صرف اللہ علیم وخبیر کی صفت ہے۔ چنانچہ یہاں اس واقعے میں دیکھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاے خداوندی سے نہ صرف ولادت مبارک کی بشارت دی بلکہ جنس کا تعین بھی فرمادیا، ارشاد فرمایا: غلاماً لڑکا تولد ہوگا۔ نیز یہ بھی فرمادیا کہ وہ حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئیں گے، اور یہ ساری چیزیں اپنے اپنے وقت پر درست ثابت ہوئیں۔ (بقیہ اگلے صفحے پر......)

نواسے کی ولادت کی خبر سن کر مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے، نومولود کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور اس کے کانوں میں اَذان واقامت فرمائی۔ اَزاں بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عقیقہ کرنے اور بچے کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ عام مدت حمل کے برعکس آپ کی ولادت چھ ماہ مدت حمل کے ختم پر ہوئی۔ اور یہی مدت حمل حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بھی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ سے صرف سات ماہ بیس دن بڑے تھے۔ (۱) دونوں بھائیوں کے درمیان بس ایک طہر کا فرق تھا۔ (۲)

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے ناموں سے ہیں۔ اسلام سے پہلے اہل عرب میں کسی نے یہ نام اپنے بچوں کے نہ رکھے۔ (۳)

(گزشتہ سے پیوستہ) دوسرے یہ کہ اللہ کے پیارے محبوب دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں امام حسین کی ولادت کی خبر دی، وہیں آپ نے اُن کی وفات اور جائے شہادت کے بارے میں بھی تفصیل سے مطلع فرمادیا تھا۔ یہاں پر توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ شہادتِ امام حسین کی تفصیلات آپ نے محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ سے بیان نہیں فرمایا، جب کہ اس قسم کی زیادہ تر باتیں آپ انھیں سے بتایا کرتے تھے، بلکہ اُم المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کو بتایا، جس میں راز یہ تھا کہ آپ کی نگاہِ نبوت دیکھ رہی تھی کہ شہادتِ حسین کے وقت ساری بیویاں اللہ کو پیاری ہوچکی ہوں گی، اگر کوئی باحیات ہوگی تو وہ صرف اُم سلمہ ہوگی۔ چنانچہ وہی ہوا کہ جب ۶۱ ھ میں امام حسین دولت شہادت سے سرفراز ہوئے تو حضرت ام سلمہ نے شیشی میں رکھی مٹی کو دیکھا تو وہ خون میں تبدیل ہوچکی تھی جسے تاجدارِ کائنات نے نشانی کے طور پر انھیں عطا کیا تھا، اور آپ کے علاوہ سرکار علیہ السلام کی کوئی دوسری زوجہ زندہ نہ تھی۔ گویا دونوں واقعے میں دو دو غیب کی باتیں ہیں: ایک تو یہ کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور پھر جنس کا تعین۔ دوسرے امام حسین کی شہادت اور فقط اُم سلمٰی کا اس وقت حیات سے ہونا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ -چریاکوٹی-

(۱) تاریخ ساداتِ اَمروہہ: ۲۱۲۔

(۲) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ: ۲/۷۶۔۱۷۲۶۔

(۲) صواعق محرقہ: ۱۱۵......تاریخ الخلفاء: ۱/۱۴۹۔

پرورش وپرداخت: آپ کی پرورش سایۂ نبوت، اور معدن علم میں ہوئی۔ امام حسین جب کچھ بڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے مسجد نبوی کا صحن ہے، صحابہ کرام شمع نبوت کے گرد دیوانہ وار ہجوم لگائے ہوئے ہیں، اَصحابِ صفہ تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں، اور شجر اِسلام تیزی سے برگ وبار لا رہا ہے۔ ایسے روحانی وعرفانی ماحول میں امام حسین نشو ونما پارہے ہیں۔

محبت وشفقت نبوی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین کے ساتھ غیر معمولی شفقت فرماتے تھے۔ اور روزانہ دونوں بھائیوں کو دیکھنے کے لیے اپنی لخت جگر خاتونِ جنت بتولِ زہرا کے گھر تشریف لے جاتے، ان کی خبرگیری کرتے اور دونوں کو بلا کر خوب پیار ومحبت کرتے تھے۔ کبھی سینے پر بٹھاتے، کبھی کاندھوں پر چڑھاتے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت رکھو۔

دادا کی محبت وشفقت تو اُن بچوں کو ملی نہیں کہ ان کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی وہ دنیا چھوڑ چکے تھے؛ مگر نانا نے جس قدر لاڈ پیار سے انھیں پالا پوسا، یقیناً بچوں کے دل سے دادا کی محبت کی کسک نکل گئی ہوگی۔ دونوں بچوں کو بہت زیادہ پیار کرنے کی وجہ سے وہ آقاے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد مانوس اور شوخ ہوچکے تھے؛ تاہم آپ نے کبھی کسی شوخی پر انھیں تنبیہ نہیں فرمائی بلکہ ان کی طفلانہ شوخیاں دیکھ کر ہنس دیا کرتے تھے۔

یہ شوخی ہی تھی کہ حسنین کریمین کبھی نماز کی حالت میں نانا کی پشت مبارک پر چڑھ کر بیٹھ جاتے، جن کے لیے آپ سجدے طویل فرمادیا کرتے، اور اس وقت تک نہ اُٹھتے جب تک وہ آپ کی پشت سے از خود نہ اُتر جاتے۔ یہی نہیں اگر آپ مسجد کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے ہوتے اور ننھے حسین دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے گر جاتے تو آپ اپنا خطبہ قطع کردیا کرتے اور نیچے آکر اپنے نواسے کو اُٹھالیا کرتے، پھر دوبارہ منبر پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

یوں ہی کبھی یہ شہزادے آپ کی ریش مبارک سے کھیلنے لگتے تھے؛ مگر بچوں کے آرام اور کھیل میں آپ کبھی خلل نہ پڑنے دیتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی رہی ہو کہ داناے

غیوب نانا کو نواسوں کے ساتھ لمبا عرصہ نہ گزارنے کا اشارہ ہو گیا ہو تو سوچا ہو کہ اس مختصر دورانیے میں جتنا ہو سکے ان جنتی شہزادوں کو شفقت و محبت کی لوریاں دے دی جائیں۔

نبوی مشابہت: حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں بھائی شکل و صورت میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔ اللہ نے نوری گھرانے والوں کو حسن و جمال کی بھری کائنات عطا فرمادی تھی۔ حضرت امام حسین اتنے حسین اور شکیل و وجیہ تھے کہ آپ کے رخساروں سے نورانیت و ملاحت چمکتی اور ٹپکتی تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسنین کریمین حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ مشابہت و مماثلت رکھتے تھے۔ حسن سینہ مبارک سے اوپر سر اقدس تک اور حسین سینہ مبارک سے نیچے قدم پاک تک مشابہ رسول تھے۔(۱)

پایا کسی نبی نے خدا سے نہ آج تک ۔۔۔ جس شان کا تھا جسم مرصع رسول کا
آثار کچھ حسؔن کو ملے کچھ حسیؔن کو ۔۔۔ یوں کھنچ گیا اِک اور مرقع رسول کا

فضائل ومناقب: امام حسین کے بہت سے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں، دو ایک یہ ہیں، لیکن اس سے قبل ایک حدیث اہل بیت کی فضیلت پر بھی پڑھتے چلیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَحِبوا اللّٰه لِما يغذوكم مِن نِعمِهِ وأَحِبوني بِحبِ اللّٰهِ وأَحِبوا أهل بيتي لِحبي.(۲)

یعنی اللہ تمھیں جو نعمتیں کھلاتا ہے ان کی وجہ سے اللہ سے محبت کرو، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ کہیں جارہے تھے، راستے میں امام حسین بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے انھیں اُٹھا کر پیار کیا اور فرمایا:

---

(۱) صفۃ الصفوۃ، ابن جوزی: ۷۶۳/۱۔

(۲) سنن ترمذی: ۴۱۰/۱۳ حدیث: ۴۱۵۸ ...... مستدرک حاکم: ۱۴۹/۳ حدیث: ۴۷۱۶۔

حسين مني وأنا من حسين أحب اللّٰه من أحب حسينا،
حسين سبط من الأسباط . (١)

یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اور جو حسین کے ساتھ محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسین اَسباط سے ایک سبط ہیں☆۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة یعنی حضرت حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔(٢)

ایک موقع پر آقاے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بھی فرمایا کہ هما (يعني الحسن والحسين) ريحانتاي من الدنيا یعنی بے شک حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں میرے دنیا میں پھول ہیں۔(٣)

ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الٰہی! میں اس حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی حسین سے محبت فرما۔(٤)

لیکن افسوس کہ شفیق نانا کو ان ننھے نواسوں کو بہت زیادہ محبت اور پیار دینے کا موقع

---

(١) الادب المفرد، امام بخاری: ١٣٣، حدیث: ٣٦٤...... سنن ابن ماجہ: ١/٥١ حدیث: ١٤٤...... سنن ترمذی: ٥/٦٥٨ حدیث: ٣٧٧٥...... صحیح ابن حبان: ١٥/٤٢٧ حدیث: ٦٩٧١۔

☆ سبط بیٹے اور نواسے کو کہتے ہیں۔ لیکن سبط کا ایک معنی گروہ اور جماعت بھی ہوتا ہے، جس سے اس بات کی طرف لطیف اِشارہ بھی ملتا ہے کہ امام حسین کی کثیر اولاد ہوگی۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ آپ کی اولاد بہت زیادہ ہے۔ اس وقت دنیا میں بے شمار حسینی سادات موجود ہیں۔ (بارہ امام، مفتی غلام رسول جماعتی نقش بندی: ٣٥٨، زاویہ پبلشرز، لاہور)

(٢) سنن ترمذی: ٥/٦٥٦ حدیث: ٣٧٦٨۔

(٣) الاصابۃ فی تمییز الصحابہ: ٢/٧٧۔

(٤) مسند امام احمد ابن حنبل: ٥/١٠٥۔

میسر نہ آیا۔ دونوں شہزادوں کی یہی کوئی سات آٹھ سال کی عمر رہی ہوگی کہ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں مشفق نانا، پھر کچھ ہی ماہ بعد والدۂ ماجدہ، پدر بزرگوار اور اپنے بھائی کے صدماتِ ارتحال کو برداشت کیا۔

مجموعہ کمالات: امام حسین علم و عمل، زہد و تقویٰ، جود و سخا، حلم و حیا، شجاعت و قوت اخلاق و مروّت، اور صبر و شکر وغیرہ صفاتِ کمال میں بوجہ اکمل اور مہمان نوازی، غربا پروری، اعانت مظلوم، صلہ رحمی، اور محبت و فقرا و مساکین میں شہرۂ آفاق تھے۔(۱)

صحابہ کی محبت وعقیدت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امام حسین سے محبت وعقیدت کو دیکھ کر حضرات صحابہ بھی ان کے لیے جان چھڑکتے، اور ان سے جی جان سے محبت کرتے تھے۔ خلفاے راشدین کا پورا دور آپ کی نگاہوں کے سامنے گزرا، اور ہر ایک نے آپ کے ساتھ بہترین سلوک و معاملہ کیا۔

عہد صدیقی: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں آپ تقریباً نو (۹) برس کے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ سے بہت زیادہ اَدب و محبت سے پیش آتے تھے اور اکثر آپ کو فرطِ محبت میں اپنے کندھوں پر اُٹھالیا کرتے تھے۔

عہد فاروقی: حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری ایام میں حضرت امام حسین سن شعور کو پہنچے۔ حضرت عمر آپ سے بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے اور قرابت رسول کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ یہ اسی قرابت کی دین تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت امام حسین کے لیے خصوصی اِعزازیہ پانچ ہزار ماہانہ مقرر کیا تھا۔ جب کہ بدری صحابہ کے فرزندوں کے لیے دو ہزار مشاہرہ مقرر تھا۔(۲)

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء: ۳۰/۷۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ذہبی: ۳/۲۸۵۔

ایک مرتبہ یمن سے بہت سی چادریں آئیں، آپ نے تمام صحابہ میں وہ چادریں تقسیم فرمادیں۔ صحابہ وہ چادریں پہن کر آپ کا شکریہ اَدا کر رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر حسنین کریمین پر پڑگئی، آپ نے صحابہ سے کہا کہ تم پر یہ یمنی چادریں دیکھ کر مجھے خوشی نہیں ہورہی ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ یاامیرالمومنین کیوں؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ حسن و حسین کے جسم ان چادروں سے خالی ہیں۔ آپ نے فوراً حاکم یمن کولکھ بھیجا کہ جلد دوعمدہ یمنی چادریں بھیج دیں۔ جب چادریں وصول ہوئیں تو آپ نے دونوں جنتی شہزادوں کو بلوایا اور چادریں پہنا کر صحابہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ 'اَب میرا دل خوش ہوا ہے'۔(۱)

عہدعثمانی: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دور میں آپ پورے جوانِ رعنا ہوچکے تھے۔ اس لیے آپ باضابطہ میدان جہاد میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھانے کے لیے ۳۰ ہجری میں طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ طور پر شریک ہوئے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف میں بغاوت برپا ہوئی اور باغیوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں بھائیوں کوحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت پر مامور کیا کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں۔ چنانچہ حفاظت کرنے والوں کے ساتھ ان دونوں نے بھی نہایت بہادری کے ساتھ باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا۔ جب باغی کوٹھے پر چڑھ کر اندر اتر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوشہید کرڈالا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہادت کی خبر ہوئی تو انہوں نے دونوں بھائیوں سے سخت باز پرس کی۔

عہدمولاعلی: چھوٹی سی عمر میں پیارے نانا جان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد امام حسین نے بقیہ بچپن، لڑکپن، اور جوانی کے قریباً پچیس برس اپنے والد محترم کے زیر سایہ گزارے۔ جب آپ کی عمر اکتیس (۳۱) برس کی ہوئی تو آپ کے والد چوتھے خلیفہ اسلام منتخب ہوئے۔ امام حسین چوں کہ اپنی عمر کی بھرپور جوانی میں تھے؛ اس لیے اپنے والد ماجد کے ساتھ ہر ہر مرحلے میں ہمت اور بہادری سے شامل رہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء، ذہبی: ۳/۲۸۵۔

مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کو دارالخلافہ بنالیا تو امام حسین بھی مدینے سے کوفے تشریف لے آئے۔ جنگ جمل میں اپنے والد کے ساتھ تھے۔ جنگ کے اختتام پر کئی میل تک حضرت عائشہ کو رخصت کرنے گئے جو مدینہ جارہی تھیں۔ جنگ صفین میں بھی آپ نے سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ جنگ صفین کے بعد خوارج کی سرکوبی میں بھی بڑے انہماک سے شریک ہوئے۔

الغرض! حضرت علی کا عہد پچھلے اَدوار کے مقابلے میں بدقسمتی سے اسلامی فتوحات کے لیے کم اور قتل وخوں ریزی اور اِنتقامی کارروائیوں کے لیے زیادہ سازگار رہا، چنانچہ اسی ادھیڑ بن میں ۴۰ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ زخم بہت کاری و بھاری تھا، جس سے امام جاں بر نہ ہوسکے اور مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت علی کی شہادت کے وقت امام حسین کوفے ہی میں موجود تھے۔ (۱)

علمی مقام: حضرت امام حسین ابتدائی عمر ہی سے اصلاح وتعلیم کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ آپ کا علمی مقام ومرتبہ بہت بلند تھا، اور کیوں نہ ہو جس نے دروازۂ علم کی آغوش میں آنکھیں کھولی ہوں اس کے علم وکمال کا کیا پوچھنا۔ باب العلم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے بہت سے علوم وفنون آپ نے براہِ راست سیکھے، اور تفسیر و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ درک وملکہ پیدا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوں کہ قضا وافتا میں بھی بڑی شان اور مقامِ مرجعیت رکھتے تھے، اس لیے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہت سے موروثی علوم سے وافر حصہ عطا ہوگیا تھا۔

معاصرین کا اِستفادہ: آپ کے بہت سے معاصرین کا آپ سے علمی استفادہ ثابت ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قیدی کی رہائی کے بارے میں علمی مدد کی ضرورت پڑی تو انھوں نے حضرت امام حسین کی طرف رجوع کیا اور

(۱) شاہکار اِسلامی انسائیکلو پیڈیا، سید قاسم محمود: جلد دوم: ۸۷۵۔

ان سے پوچھا کہ ابوعبداللہ! قیدی کی رہائی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، اس کی رہائی کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے؟۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان لوگوں پر جن کی حمایت میں وہ لڑا ہو۔

آپ کے تفقہ کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ فقیہ اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور حدیث وفقہ میں ان سے بہت کچھ اِستفادہ کیا تھا اور دینی علوم میں امام محمد الباقر کو سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اسلاف کرام سے ہی پورا فیض علم وکمال پہنچا تھا۔

ان مذہبی کمالات کے علاوہ اس زمانے کے عرب کے مروّجہ علوم میں بھی آپ کو پوری دسترس حاصل تھی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے سب سے بڑے خطیب تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اس موروثی دولت سے بڑا حصہ ملا تھا۔ آپ کا شمار اس زمانے کے ممتاز خطیبوں میں ہوتا تھا۔

تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ ابھی امام حسین رضی اللہ عنہ ٹھیک سے عمر کی ساتویں بہار بھی نہ دیکھ پائے تھے کہ ہادی دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ اس لیے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اتنا فیض حاصل کرنے کا موقع نہ ملا جتنا ان کے والد حضرت علی مرتضیٰ اور والدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کو ملا تھا۔

مرویاتِ حدیث: حضرت امام حسین فرماتے ہیں کہ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا، جب آپ تکبیر کہتے تو آپ کے پیچھے میں بھی تکبیر بولتا تھا۔ نیز آپ نے مجھے سورۂ قل ہو اللہ سکھایا۔ اور پانچ وقت کی نمازوں کے بارے میں بتایا۔(۱)

(۱) تاریخ یعقوبی، احمد بن ابو یعقوب: ۲۰۷۔

ہر چند کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت آپ کی عمر بہت کم تھی، تاہم اَخذ وحفظ کی صلاحیت آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ آپ نے براہِ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیثیں تو بہت سنی ہوں گی؛ مگر آپ کی مرویات کی تعداد کل آٹھ بتائی جاتی ہیں، جو آپ کی کمسنی کو دیکھتے ہوئے کم نہیں کہی جاسکتیں۔ البتہ بالواسطہ روایات کی تعداد کافی ہے۔ اس اربعین چریاکوٹی کا مقصد امام حسین کی مرویات کی تحدید نہیں بلکہ ان میں بعض اہم روایتوں کی اشاعت وترویج ہے، اور اپنے لیے حصولِ سعادت ومراد کی ایک حقیر کوشش ہے۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جن بزرگوں سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ اور جن رواۃ نے آپ سے روایتیں کی ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، صاحبزادہ علی (زین العابدین) رضی اللہ عنہ، صاحبزادہ زید رضی اللہ عنہ، صاحب زادی سکینہ وفاطمہ رضی اللہ عنہما، پوتے حضرت باقر۔ اور عام رواۃ میں: امام شعبی، حضرت عکرمہ، کرزتیمی، سنان دولی، عبداللہ بن عمرو بن عثمان، اور فرزدق شاعر وغیرہ۔

عبادات وریاضات: آپ کی ذات گرامی اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ حمیدہ کا مجموعہ تھی۔ اَربابِ سیر لکھتے ہیں :

کان الحسین رضی اللّٰہ عنہ کثیر الصوم والصلوٰۃ، والحج والصدقۃ وافعال الخیر جمیعا. (اسد الغابۃ: ۱/ ۲۶۵)

یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑے نمازی، روزہ دار، بہت حج کرنے والے، بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔

فضائل اخلاق میں رأس الاخلاق عبادتِ الٰہی ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو تمام

عبادات خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا۔آپ نے اِبتدائی تعلیم بچپن میں خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کی تھی،جس کا اَثر یہ تھا کہ آپ بکثرت نماز پڑھتے تھے۔ آپ کے متعلق امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: آپ رات کو بہت زیادہ نفل پڑھتے تھے۔آپ رمضان کے علاوہ بھی کثرت سے روزے رکھتے تھے۔تمام ارباب سیر کثرتِ صیام پر متفق ہیں۔آپ نے حج بھی کثرت سے کیے، پچیس حج پیادہ پا کرنے کا شرف حاصل کیا۔(۱)

سخاوت وفیاضی: مالی اعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی اُسی فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے۔کوئی سائل کبھی آپ کے دروازے سے ناکام نہیں لوٹتا تھا۔ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں سے پھرتا پھراتا ہوا آپ کے دروازے پر پہنچا۔اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے،سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کرکے باہر نکلے۔سائل پر فقر وفاقہ کے آثار نظر آئے،اسی وقت اپنے خادم قنبر کو آواز دی۔

قنبر حاضر ہوا،آپ نے پوچھا ہمارے اخراجات میں کچھ باقی رہ گیا ہے؟ قنبر نے جواب دیا آپ نے دوسو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لیے دیے تھے وہ ابھی تک تقسیم نہیں کیے گئے ہیں۔فرمایا اس کو لے آؤ،اہل بیت سے زیادہ ایک مستحق آ گیا ہے۔چنانچہ اسی وقت دوسو درہم کی تھیلی منگوا کر سائل کے حوالے کردی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارے ہاتھ خالی ہیں،اس لیے اس سے زیادہ خدمت نہیں کرسکتے۔

حضرت اِمام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک موقع پر یہ پیغام بھی دیا ہے:

اتخذوا عند الفقراء أيادي فإن لهم دولة يوم القيامة .

(۱) سیر اعلام النبلاء،ذہبی:۳۰۷/۲۸......معجم طبرانی،۲۸۴۴۔

یعنی فقیروں (اور خستہ حالوں) سے رابطہ و تعلق رکھو؛ کیوں کہ قیامت کے دن
انھیں خصوصی شان و شوکت حاصل ہوگی۔(۱)

عجز و اِنکسار: آپ حد درجہ خاکسار اور متواضع تھے۔ اَدنی سے اَدنی شخص سے بھی بے تکلفی سے ملتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی طرف جارہے تھے، راستے میں کچھ فقرا کھانا کھا رہے تھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انہیں بھی مدعو کیا۔ ان کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اُتر پڑے اور کھانے میں شرکت کر کے فرمایا: تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا، اور ان فقرا سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے؛ اس لیے تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔

مسند فردوس دیلمی میں جہاں دیگر صحابہ کرام کی معروف دعائیں منقول ہیں وہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دعا یہ بھی ہے :

اللهم أغنني بالعلم وزيني بالحلم وأكرمني بالتقوى وجملني بالعافية . (۲)

یعنی اے اللہ! مجھے علم کی دولت سے مالا مال کر، حلم و بردباری سے مجھے مزین فرما، تقویٰ کو میرے لیے سرمایۂ عزت بنا، اور عافیت کے ذریعہ مجھے جمال عطا فرما۔

ارشاد ہدایت بنیاد: تاریخ یعقوبی میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ امام حسین سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے نانا سے جو بات سنی ہو اس میں سے کچھ بتایئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ’اللہ تعالیٰ اعلیٰ کام اور اہم اُمور کو پسند فرماتا ہے، جب کہ معمولی، گھٹیا اور بے مقصد کاموں کو ناپسند کرتا ہے‘۔

میں نے یہ بھی سنا کہ آپ فرمارہے ہیں :

---

(۱) کنز العمال: ۶/۴۶۸ رقم: ۱۶۵۷۸۔
(۲) مسند فردوس دیلمی: ۱/۴۶۹ نمبر: ۱۹۰۶۔

من يطع اللّٰه يرفعه، ومن يعص اللّٰه يضعه، ومن يخلص نيته للّٰه يزينه، ومن يثق بما عند اللّٰه يغنه، ومن يتعزز على اللّٰه يذله . (۱)

یعنی جواللہ کا اطاعت گزار بندہ بن جاتا ہے اللہ اس کو سربلندی عطا کر دیتا ہے۔اور جونافرمانی پر ڈٹا رہتا ہے اسے پست کر دیتا ہے۔جو اللہ کے لیے خلوصِ نیت اختیار کرتا ہے اللہ اسے تروتازہ رکھتا ہے۔ جو اللہ کی رزاقیت پر بھروسہ رکھتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔اور جو اللہ پر تکبروغرور دکھاتا ہے ذلت وخواری اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

لكل شئ أساس وأساس الإسلام حب أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وحب أهل بيته . (۲)

یعنی ہر شے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی محبت اور آپ کے اہل بیت سے محبت وعقیدت ہے۔

الصدق عز، والكذب عجز، والسر أمانة والجوار قرابة، والمعونة صداقة، والعمل تجربة، والخلق الحسن عبادة، والصمت زين، والشح فقر والسخاء غنى، والرفق لب. (۳)

یعنی سچائی عزت ہے، جھوٹ عجز وآفت ہے، رازداری امانت ہے، ہمسائیگی قرابت ہے، امداد دوستی ہے، عمل تجربہ ہے، حسن خلق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، بخل فقر ہے، سخاوت دولتمندی ہے، اور نرمی عقلمندی ہے۔

---

(۱) تاریخ یعقوبی، احمد بن ابو یعقوب: ۲۰۷۔

(۲) کنز العمال: ۱۱/۵۳۹ نمبر: ۳۲۵۲۳۔

(۳) تاریخ یعقوبی، احمد بن ابو یعقوب: ۲۰۷۔

حدثوا الناس بما يعرفون ولا تحدثوهم بما ينكرون فيكذبون اللّٰه ورسوله .(۱)

یعنی لوگوں سے ان کی فہم وعلم کے مطابق بات کیا کرو۔کبھی بھی ان کے سامنے مغلق اور پیچیدہ مضامین نہ چھیڑا کرو؛ ورنہ (اپنی نا سمجھی کی وجہ سے) وہ اللہ ورسول کا انکار وتکذیب کرنے لگیں گے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ارشاد فرماتے ہیں :

'صبر کشادگی کی کنجی ہے اور زہد سے ہمیشگی کی دولت وغنا ہاتھ آتی ہے'۔(۲)

'عبادت کے ستر دروازے ہیں، جن میں افضل رزقِ حلال کی طلب ہے'۔(۳)

'جو شخص ہم سے دنیا کے لیے محبت کرتا ہے تو دنیا دار کو تو اچھے برے ہر طرح کے لوگ چاہتے ہیں؛ لیکن جو ہم سے خالص اللہ کے لیے محبت کرتا ہے تو (اس کا صلا اسے یہ ملے گا کہ) کل قیامت کے دن ہم اور وہ انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کرکے بتایا کہ اتنے قریب ہوں گے'۔(۴)

'اگر کسی کے پاس کوئی ہدیہ اس حال میں پہنچے کہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں تو وہ بھی ہدیہ میں برابر کے شریک ہیں'۔(۵)

'میرے نزدیک حج پر حج کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ میں ہر روز، ہر مہینہ اہل مدینہ (کے تنگ دست لوگوں) کی مالی اِمداد کروں، اور اُن کی ضرورتوں پر کام آؤں'۔(۶)

---

(۱) مسند فردوس دیلمی: ۲/۱۲۹ نمبر: ۲۶۵۶۔
(۲) مسند فردوس دیلمی: ۲/۴۱۵ نمبر: ۳۸۴۴۔
(۳) مسند فردوس دیلمی: ۳/۹۷ نمبر: ۴۲۲۱۔
(۴) معجم کبیر طبرانی: ۳/۱۲۵ رقم: ۲۸۸۱۔
(۵) کنز العمال ۶/۱۱۱ رقم: ۱۵۰۶۰۔
(۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۵۵۴ رقم: ۱۳۳۵۱۔

اِزدواج و اَولاد: آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ آپ کی ازواج مطہرات میں حضرت بی بی لیلیٰ، حضرت بی بی حباب، حضرت بی بی حرار، حضرت بی بی غزالہ اور حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہن کے نام روایات میں درج ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان سے متعدد اولادیں ہوئیں، بیٹوں میں حضرت علی اکبر، حضرت علی اصغر، حضرت عبداللہ، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہم، اور صاحبزادیوں میں حضرت سکینہ، حضرت فاطمہ، حضرت زینب، رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔

یاد رہے کہ سوائے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اور کسی صاحب زادے سے آپ کی اولاد باقی نہ رہی۔ سب معرکہ کربلا میں والد بزرگوار کے ہمراہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔(۱)

واقعہ کربلا اور شہادتِ عظمیٰ: غور طلب اَمر ہے کہ تاریخ حق و باطل میں خیر و شر کے ہزاروں معرکے بپا ہوئے اور لاکھوں شہادتیں ہوئیں خصوصاً اسلام کا اوّلین دور تو لاتعداد عظیم شہادتوں سے لبریز ہے؛ لیکن چشم فلک گواہ ہے کہ کسی بھی شہادت کو وہ شہرت و ہمہ گیریت نہ ملی جو شہادتِ امام حسین کو عطا ہوئی۔ قریباً چودہ سو سال کا عرصہ بیت جانے کے بعد بھی امام حسین کا ذکر شہادت بالکل زندہ و تابندہ ہے۔

اس کا ایک دوسرا راز یہ بھی ہے کہ یہ داستانِ شہادت گلشن نبوت کے کسی ایک پھول پر مشتمل نہیں بلکہ یہ سارے کے سارے گلشن کی قربانی ہے۔ باقی واقعات شہادت ایک، دو، تین یا چار نفوس کی شہادت پر مشتمل ہیں مگر واقعہ کربلا گلشن نبوت کے بیسیوں پھولوں کے مسلے جانے کی دردناک داستان ہے۔ لہٰذا تاریخ کے کسی بھی دور میں اُمت مسلمہ واقعہ کربلا، اس کی تفصیلات اور اس کی ہمہ گیر اہمیت کو فراموش نہیں کر سکتی۔

معرکہ کربلا اِس اِعتبار سے بھی بے مثال ہے کہ اس میں تلواروں پر خون کی دھاروں

(۱) تذکرۃ الانساب جدید، سیدامام الدین نقوی گلشن آبادی: ۱۴۵، مطبوعہ ناسک۔

نے، برچھیوں پرسینوں نے اور تیروں پر گردنوں نے فتح وکامیابی حاصل کی، اس طرح اس جنگ کا مظلوم آج تک محترم فاتح اور ہر انصاف پسند انسان کی آنکھوں کا تارا ہے جب کہ ظالم اَبد تک کے لیے شکست خوردہ اور انسانیت کی نگاہ میں قابل نفریں ہے۔

واقعے کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت امام حسین نے چوں کہ اِسلام کا اِرتقا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسلامی تاریخ کے بیشتر اہم واقعات آپ کے سامنے ہوئے۔ آپ نے تمام مراحل تبلیغ ودعوت کو آزمایا اور ان کا جائزہ بھی لیتے رہے۔ اُدھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد اُن کے بیٹے یزید نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، اور لوگوں سے بیعت لینا شروع کردیا، تو اکثر صحابہ نے بیعت ہونے سے انکار کردیا، جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ اسی دوران کوفہ کے لوگوں نے آپ کو پے در پے خطوط بھیجنے شروع کیے اور مطالبہ کیا کہ آپ بہرصورت کوفہ تشریف لائیں، ہم آپ کی بیعت کے لیے تیار ہیں۔ جب آپ نے کوفہ کے لیے رخت سفر باندھا، اکابر صحابہ بڑے پریشان ہوئے، آپ کے پاس آئے، اپنی محبت کا اظہار کیا اور فرمایا آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں، کوفہ میں آپ کے والد محترم کو شہید کیا گیا، بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑا گیا، وہ زخمی ہوئے، جان جاتے جاتے بچی، خدارا کوفہ کا قصد ترک کردیجیے۔

آپ نے فرمایا: مجھے نانا نے خواب میں جس چیز کا حکم دیا ہے وہ میں کرگزروں گا۔ چنانچہ آپ اہل بیت کے ساتھ کوفہ تشریف لے گئے، صحابہ کو جس اَمر کی تشویش تھی، وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی، جس کی وجہ سے تاریخ کا وہ دلدوز اور خونچکاں واقعہ پیش آیا۔ عاشورہ کا دن ایک قیامت ڈھا گیا، یزید کا لاؤلشکر ان مٹھی بھر جانثارانِ اسلام پر ٹوٹ پڑا، فدایان اہل بیت نے جرأت و بہادری کی وہ مثالیں قائم کیں جو تاریخ کا ایک روشن باب ہیں؛ لیکن ہزاروں کے لشکر کے سامنے یہ چند پروانے کیا کرسکتے تھے، ایک ایک کرکے جام شہادت نوش فرما گئے، یوں تاریخ نواسہ رسول، ریحانۃ النبی، اور اہل بیت کی شہادت سے خون آلود ہوئی، لشکر حسینی نے اسوۂ نبوی کو زندہ کرکے اُمت مسلمہ کو حق وصداقت، اور عزم

واستقلال کا عظیم درس دیا، اور ظالم کے خلاف کلمہ حق کہنے کی عملی مشق کروائی۔

ایک شبہہ اور اُس کا اِزالہ: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سیدنا حسین کسی جنگ کے سلسلے میں کوفے جارہے تھے یا وہ اِقتدار کے لیے کوئی جوڑ توڑ کر رہے تھے ان کی عقل کو داد ہی دی جاسکتی ہے۔ امام حسین کی سیرت و کردار کی جھلکیاں آپ اوپر دیکھ آئے ہیں، ان میں کہیں بھی امام حسین کا تعارف کسی جنگجو شخصیت کے طور پر نہیں، بلکہ آپ کا زیادہ شغف علم و حکمت کی ترویج اور درس و عمل سے رہا۔ آپ کی زندگی کا زیادہ عرصہ علمی سرگرمیوں میں گزرا۔ اس کے بعد آپ کی دوسری دلچسپیوں میں فلاحی اور رفاعی کام آتے ہیں۔ مدینے میں آپ کا گھر ان رفاعی اور فلاحی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے عظیم جواد و فیاض نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔ چنانچہ مورخین نے ایسے ان گنت واقعات بیان کیے ہیں کہ آپ مفلوک، مجبور اور بے بس لوگوں کا کیسا خیال رکھتے تھے!۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، قرض داروں کا قرض اَدا کرنا، ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنا آپ کے خاندان کی وہ اعلی روایات تھیں جن کو آپ نے اپنی زندگی میں جاری وساری رکھا۔

اپنے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد آپ نے اپنا زیادہ وقت عبادت اور علمی مصروفیت میں صرف کرنا شروع کردیا۔ مدینے میں مروان جیسے بدترین شخص کی موجودگی کے باوجود آپ نے کمال حکمت اور کمال صبر سے کام لیا۔ کبھی بھی ایسی کشیدگی پیدا نہیں ہونے دی کہ مسلح تصادم کی نوبت آئے، حتی کہ امام حسن کو دفنانے کے مسئلے پر کشیدگی کو بھی کمالِ تدبر سے حل کیا اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ شہر نبوت کی ان کی وجہ سے کوئی بے حرمتی نہ ہو۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جناب حسین خلافت میں دلچسپی رکھتے تھے؛ مگر عملاً یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ غور طلب اَمر ہے کہ مدینے میں اپنے حامیوں اور ساتھیوں کی بجائے صرف اپنے اہل خانہ اور چند قریبی ساتھیوں کے ساتھ آپ کا سفر کوفہ یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ

کوفے میں کسی جنگ کے اِرادے سے نہیں جارہے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے راستہ روکنے والے حر تمیمی سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کی اور نہ عمرو بن سعد سے کسی جنگ کی پہل کی کوشش کی۔

قصہ مختصر یہ کہ حضرت امام حسین کا یزید کے مقابلے میں آنا حصولِ خلافت کے لیے نہ تھا بلکہ اصل مقصد اسلامی خلافت کا اِحیا تھا یعنی موروثی حکومت کے اَثر سے اس کے نظام میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کو دور کر کے پھر خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی جائے۔

مگر دشمن کسی طرح آپ کی شرائط پر راضی نہ ہوئے اور نہ واپس جانے ہی کی مہلت دی۔ بالآخر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ۱۰ محرم الحرام بروز جمعہ بعد زوال سن ۶۱ ہجری مطابق ۱۰/ اکتوبر ۶۸۰ء، اٹھاون برس کی عمر میں مقام کربلا میں شہید کر دیے گئے۔ مزار پرانوار 'کربلا' عراق میں ہے۔(۱) اللہ تعالیٰ آپ کی مرقد مبارک پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

پیغام شہادتِ امام حسین: سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ معرکہ کربلا کوئی شخصی معرکہ نہ تھا، بلکہ یہ ایک نظریاتی تصادم تھا۔ اسی لیے اس جنگ کے بعد ہمیں حسینیت اور یزیدیت کے روپ میں دو کردار مل گئے۔ حسینیت ہر طبقے میں حق وصداقت اور امن وآشتی اور یزیدیت ہر طبقے میں فتنہ وفساد اور ظلم وناانصافی کی علامت بن گئی۔

حضرت امام ہمام کی شہادتِ عظمیٰ سے ہمیں کئی ایک اہم دروس ملتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا پیغام 'عملی جدوجہد' ہے، یعنی محبت حسین کو فقط رسمی نہ رہنے دیا جائے بلکہ اسے اپنے حال وقال میں ڈھال لیا جائے اور ظلم وباطل کے خلاف نبرد آزمائی کو اپنا مقصد حیات بنالیا جائے۔

غور طلب اَمر ہے کہ یزید نے کھلم کھلا اسلام کا انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی بتوں کی پوجا شروع کی تھی، مسجدیں بھی مسمار نہیں کی تھیں، وہ اسلام کا نام بھی لیتا تھا، وہ یہ بھی کہتا تھا کہ

(۱) قاموس المشاہیر: جلد اول: ۱۹۸ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

میں نماز بھی پڑھتا ہوں، میں مسلمان بھی ہوں، میں موحد بھی ہوں، میں حکمران بھی ہوں، میں آپ کا خیرخواہ بھی ہوں۔ اِسلام کا اِنکار تو بوجہلی و بولہبی ہے؛ لیکن یزیدی کردار یہ ہے کہ دعویٰ مسلمانی بھی ہو اور اسلام سے دھوکہ بھی کیا جائے، امانت کا دعویٰ بھی ہو اور خیانت بھی کی جائے، نام اسلام کا لیا جائے اور آمریت بھی مسلط کی جائے۔ اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو کچلا جائے، گویا اسلام سے دجل، دھوکا اور فریب کا نام یزیدیت ہے۔

امام حسین نے دین کی حفاظت کے لیے باطل اور طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کیا اور اہل اسلام کو ایک ایسا راستہ دکھایا جو دو جہانوں میں فلاح وظفر کا راستہ ہے۔ آپ نے یزید پلید کی بیعت نہ کرکے قیامت تک کے لوگوں کو حریت، خودمختاری اور انسانیت کا پیغام دیا۔ تا قیامت جہاں بھی اَذان نماز ہوگی اس کی بقا میں آپ کی قربانی شامل ہے۔ آج حسین کی روح ہم سے پکار پکار کر کہتی ہے کہ میری محبت کا دم بھرنے والو! میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری محبت رسمی ہے یا پھر آج تم کوئی معرکہ کربلا بپا کرتے ہو؟۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری محبت میں پھر تم وقت کے یزیدیوں کو للکارتے ہو یا نہیں؟۔ گویا وہ ہمارے صبر و استقامت کا امتحان لینا چاہتی ہے کہ کون اسلام کا جھنڈا سربلند کرتے ہوئے تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے، اور مجھ سے دعوئ محبت کو سچ کر دکھاتا ہے۔

حسینیت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں جہاں تمھیں یزیدیت کے کردار کا نام ونشان نظر آئے، حسینی لشکر کے غلام بن کر یزیدیت کے بتوں کو پاش پاش کرڈالو۔ اس کے لیے اگر تمھیں مال، جان، اور اپنی اولاد تک کی قربانی دینی پڑے تو کبھی دریغ نہ کرنا بلکہ اسے بطِیب خاطر قبول کرلو۔ لیکن یزیدیت کے بالمقابل آنے سے پہلے ہمیں اپنے اندر جذبۂ حسینی جگا لینے اور سیرت حسین کو سینے میں اُتار لینے کی ضرورت ہے، تاکہ یزیدی کردار کی مخالفت اور مقابلے کی ہمارے اندر حسینی ہمت وجرأت پیدا ہو جائے۔ شہادتِ حسین کا فلسفہ یہ ہے کہ حسینیت کبھی کسی ظالم و جابر کے سامنے سرخم نہیں کرتی اور کبھی مصیبت میں نہیں گھبراتی، وہ مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتی ہے اور خوشی میں بھی راضی برضائے الٰہی ہوتی ہے۔

لمحہ فکریہ: آج تقریباً پوری دنیا میں 'باطل' سر چڑھ کر بول رہا ہے، اور ترجمانِ 'حق' کی بولتی بند!۔ انصاف کا گلا سرعام گھونٹا جا رہا ہے۔ غریبوں کا اِستیصال عام ہے۔ دھڑلے سے حقوق پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔ بے حیائی کا بازار گرم سے گرم تر ہوتا جا رہا ہے۔ دین پر چلنے والوں کی پگڑیاں اُچھالی جا رہی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ بھی جو بظاہر دین دار وتقویٰ شعار نظر آتے ہیں غیروں اور اپنوں کی بداَعمالیوں سے آنکھیں موندے ہوئے ہیں اور اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ خال خال ہی انجام دیا جا رہا ہے۔ ایسی گھٹا ٹوپ تیرگی واَنارکی کے ماحول میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اور وفا داری کے سارے دعوے کھوکھلے نظر آ رہے ہیں۔ اگر واقعی محبت ہے تو پھر 'باطل' کے خلاف پوری قوت سے اُٹھیں، اور ڈٹ کر مقابلہ کریں؛ کیوں کہ یہ تو طے ہے کہ 'حق' باطل پر غالب آ کر ہی رہے گا، خواہ باطل کتنا ہی ہاتھ پیر مار لے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یہی امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں صحیح خراجِ عقیدت ہوگا!۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں حسینی کاموں میں لمحہ لمحہ بسر کرنے اور یزیدی کاموں سے کوسوں دور بھاگنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

اِنسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر دَور پکارے گا ہمارے ہیں حسین!

نــــوٹ: شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات کو مزید تفصیل کے ساتھ جاننے اور سمجھنے کے لیے ذیل کے مصادرِ عربیہ کی طرف مراجعت کی جائے:

سیر اَعلام النبلاء، امام ذہبی...... اُسد الغابۃ، علامہ ابن اثیر...... تاریخ یعقوبی، احمد بن ابو یعقوب بن جعفر...... صفۃ الصفوۃ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی...... تہذیب التہذیب، حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی...... الکامل فی التاریخ، علامہ ابن اثیر...... البدایۃ والنہایۃ، علامہ ابن کثیر دمشقی...... الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابوالفضل ابن حجر عسقلانی شافعی...... فضائل الصحابۃ، امام احمد بن حنبل...... فصول المھمہ، علامہ نور الدین علی بن محمد صباغ مالکی ۸۵۵ھ...... استشہاد الحسین بین الحقائق والاوہام، دکتور علی محمد صلابی...... الامام الحسین بین الاجلال النبوی والاستحلال الاموی، شیخ امین بن صالح ہران حداء وغیرہ۔

حدیث [۱]

سفر میں حفاظت کا تیر بہدف عمل!

شہید کربلا، سبط پیمبر، حضرت اِمام ہمام سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نانا، والی کون ومکاں، رسولِ انس وجاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

’میرا جو کوئی اُمتی کشتی (یا سواری) پر سوار ہوتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھ لے، تو وہ ڈوبنے اور ہلاک ہونے سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے‘۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّى لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . (سورۃ ہود:۱۱/۴۱)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ . (سورۂ زمر:۳۹/۶۷) (۱)

اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب بڑا ہی بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسا اس کا حق تھا اور ساری کی ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ (یعنی قبضہ قدرت) میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک ہے اور ہر اس چیز سے بلند و برتر ہے جسے یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔

---

(۱) الدعاء طبرانی:۲۲۵، حدیث:۸۰۳......مسند ابویعلی:۱۲/۱۵۲۔

◉ سفر سے کسی فردِ بشر کو چھٹکارا نہیں۔ چھوٹا یا بڑا، آرام دہ یا تکلیف دہ سفر ہر کوئی کرتا ہی رہتا ہے۔ حالات بدلے تو سفر کے آلات بھی تبدیل ہو گئے، کبھی اونٹ اور گھوڑے سفر کی اہم اور قابل فخر سواریاں مانے جاتے تھے؛ مگر آج جہازوں اور ٹرینوں کی شکل میں برق رفتار سواریاں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ خطرات اُس وقت بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ لیکن اُس دور کی بہ نسبت اِس وقت سفر کے خطرات ومشکلات بہت بڑھ گئے ہیں۔

سائنس اور ٹیکنالوجی نے ترقی تو بہت کی؛ مگر ساتھ ہی اِنسان' تنزلی کا شکار ہوتا جارہا ہے اور زندگی کی سہولیات اپنے ساتھ کئی ایک مشکلات بھی تحفے میں لے آئی ہیں۔ اس لیے اگر آپ سفر کو وسیلہ ظفر بنانا چاہتے ہیں، اور دورانِ سفر ہر طرح کے اَرضی وسماوی ناگہانی حادثوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو کتاب وسنت کی تعلیمات وہدایت کو رہنما بنائیں، ان شاء اللہ کوئی ناخوشگوار لمحہ آپ کے قریب نہ آئے گا۔

جب بھی کوئی سفر درکار ہو مندرجہ بالا دعا پڑھ لیا کریں۔ اس کے علاوہ بھی قرآن و حدیث میں کچھ دعائیں وارد ہوئی ہیں، اللہ توفیق دے تو انھیں بھی پڑھ لینا چاہیے، تاکہ ناگہانی حادثات سے بچا جاسکے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ . (سورۂ زخرف: ۴۳/۱۳ تا ۱۴)

نیز حدیث پاک میں سفر کی ایک دعا یہ بھی وارد ہوئی ہے :

اَللّٰهُمَّ أنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الأهْلِ اللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِي سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِي أهْلِنَا، اللّٰهُمَّ إنِّي أعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الأهْلِ وَالْمَالِ .(۱)

(۱) سنن ترمذی: ۱۲/۳۷۵ حدیث: ۳۳۷۱...... مسند احمد بن حنبل: ۵/۸۳ حدیث: ۲۰۷۸۱۔

حدیث [۲]

عمل کے لیے دن کی تخصیص اچھی نہیں!

حضرت سیدنا اِمام حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

لاتـختصوا ليلة الجمعةِ بِقِيام مِن بينِ الليالِي،ولا تختصوا يوم الجمعةِ بِصِيام مِن بينِ الأيامِ إِلَّا أن يكون فِي صوم يصومه أحدكم . (۱)

یعنی قیام اللیل کے لیے صرف جمعہ کی رات ہی کو مخصوص نہ کرلو۔ یوں ہی روزے کو بھی محض جمعہ کے دن کے لیے خاص نہ کرو۔ ہاں! روزے رکھنے کے درمیان اگر جمعہ کا دن بیچ میں پڑ جائے تو اس میں حرج نہیں۔

◉ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اسلام میں بعض چیزوں کو بعض چیزوں پر فضیلت و برتری دی گئی ہے۔ مثلاً بعض مہینے دیگر مہینوں سے، بعض دن دیگر دنوں سے، بعض راتیں دیگر راتوں سے اور بعض ساعتیں دیگر ساعتوں سے افضل قرار دی گئی ہیں؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اِنسان انھیں پر تکیہ کرلے، اور دیگر ماہ واَیام میں اس کا ذوقِ عبادت تھم سا جائے۔

تجربہ ومشاہدے کی بات ہے کہ جب رمضان کا مبارک مہینہ ہمارے درمیان جلوہ آرا ہوتا ہے تو نیکیوں میں سبقت کی کوشش ہوتی ہے، ہر شخص طاعت وبندگی کے جذبے سے سرشار نظر آتا ہے، مسجدیں سجدوں سے آباد ہوجاتی ہیں، تلاوتِ قرآن سے ماحول مشکبار ہوجاتا ہے، اور ہرطرف خیر وتقویٰ کی پروائیاں چلنے لگتی ہیں۔

---

(۱) سنن کبریٰ بیہقی: ۴/۳۰۲ حدیث: ۸۷۵۳۔ رواہ مسلم فی الصحیح عن أبي کریب.

لیکن جیسے ہی اللہ کا یہ مہمان 'رمضان' ہم سے رخصت ہوتا ہے، ساتھ ہی ہمارا جذبۂ عبادت اورشوقِ طاعت بھی رخصت ہوجاتا ہے،مسجدیں اپنی ویرانی کا ماتم کرنے لگتی ہیں، لپک لپک کے سجدے کرنے والی پیشانیاں بدک بدک کر دور بھاگتی ہیں اورقرآن کو باہتمام اگلے سال تک کے لیے ریشمی غلاف میں بند کرکے زیب طاقِ نسیاں کردیا جاتا ہے۔ حالاں کہ رمضان تو جذبۂ عبادت کو جلا دینے کے لیے اور طاعت وبندگی میں مزید پختگی لانے کے لیے آیا تھا؛ نیز اس کی آمد کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ رمضان میں جو اچھی عادتیں ہم میں بنی تھیں ان پر مداومت برتی جائے اوراس کی برکتیں سالہا سال حاصل کی جائیں؛ لیکن افسوس ہم ایسا نہیں کرتے!، بہارِ رمضان کے ساتھ بہارِعبادت اور جذبۂ بندگی کو بھی سال بھر کے لیے الوداع کہہ دیتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ

یوں ہی شب براءت وشب قدر میں تو خوب رت جگے دیکھنے میں آتے ہیں؛ مگراس کے علاوہ دیگرراتوں میں وہی لوگ غفلت کی چادرتانے سوئے ہوتے ہیں۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ ہم ہر رات تھوڑی دیر کے لیے اُٹھتے، بیشک دو رکعت نماز ہی پڑھتے؛ مگر مستقل بلاناغہ پڑھتے رہتے تو ہمارا یہ عمل چند مخصوص راتوں میں بےتکان کیے جانے والے اَعمال سے زیادہ اللہ ورسول کی بارگاہ میں محبوب ومرغوب ہوتا۔ فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے :

إن أحب الأعمال إلى اللّٰه ما دام وإن قل .(۱)

یعنی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہوتا ہے جس پر مداومت برتی جائے خواہ وہ کوئی چھوٹا عمل ہی کیوں نہ ہو!۔

گویا اِسلام کا تصورِعبادت یہ ہوا کہ کوئی بھی نیکی ہو، تسلسل کے ساتھ کی جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کا اَجر وصلہ اوراس کی محبوبیت ومقبولیت عنداللہ بہت بڑھ جائے گی۔

---

(۱) صحیح بخاری:۵/۲۲۰۱ حدیث:۵۵۲۳۔ امام مسلم نے اس حدیث کو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ نقل کرنے کے بعد ساتھ یہ بھی روایت کیا ہے کہ اہل بیت رسول کا معمول یہ تھا کہ وہ جب بھی کوئی کام کرتے تو اس پر قائم ودائم رہتے۔ (صحیح مسلم:۴/۱۸۵ حدیث:۱۳۰۲)

حدیث [۳]

نماز کسی حال میں معاف نہیں

نورِ نگاہِ فاطمہ زہرا، گل گوں قبا، پروردۂ سید الانبیاء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

یصلي المریض قائما اِن استطاع ، فاِن لم یستطِع صلی قاعِدا ، فاِن لم یستطِع ان یسجد أوم ، وجعل سجوده أخفض مِن رکوعِهِ ، فاِن لم یستطِع أن یصليِ قاعِدا صلی علی جنبِهِ الأیمنِ مستقبل القِبلۃِ ، فاِن لم یستطِع أن یصليِ علی جنبِهِ الأیمنِ صلی مستلقِیا رِجله مِما یلِي القِبلۃ . (۱)

یعنی (نماز کسی حال میں معاف نہیں حتیٰ کہ اگر) آدمی بیمار ہو مگر اتنی طاقت ہو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھے، اور اگر طاقت نہیں تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر سجدے کی طاقت نہیں تو اِشارہ سے کرے اور سجدے میں رکوع سے کچھ زیادہ جھکے۔ اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں تو رو بہ قبلہ ہو کر اپنی داہنی کروٹ کے بل پر پڑھے، اور اگر سیدھی کروٹ پر نماز کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو چت لیٹ کر پیر قبلے کی طرف کر کے نماز پڑھ لے۔

◉ اِسلامی عبادات میں چار بنیادی اَعمال ہیں: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ؛ مگر شعورِ بندگی قائم رکھنے کے لیے ان تمام اَعمال میں نماز ہی ایک ایسا عمل ہے جو اَمیر و غریب، مرد و عورت، اور غلام و آزاد سب کے لیے یکساں طور پر ضروری قرار دیا گیا ہے، اور کسی حال

(۱) سنن دار قطنی: ۴/۴۲۰ حدیث: ۱۷۲۵...... سنن کبریٰ بیہقی: ۲/۳۰۷ حدیث: ۳۸۲۹

میں معاف نہیں۔ کیوں کہ یہی وہ عمل ہے جس سے تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے علاوہ بندے کا اپنے خالق و مالک کے ساتھ ایک اَٹوٹ تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

بلاشبہہ نماز اِسلامی معاشرے کی شناخت اور اہل اسلام کا اہم ترین عملی اِمتیاز ہے۔ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو دین کا مرکزی ستون قرار دیا ہے جس طرح عمارت بغیر ستون کے قائم نہیں رہ سکتی، اسی طرح دین کی عمارت' اِقامت ِصلوٰۃ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ دین کی عمارت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ نماز قائم کرے۔

لیکن یہ بڑے المیے کی بات ہے کہ دین میں نماز کی جتنی اَہمیت ہے معاشرے میں اس سے اُتنی ہی غفلت ہے، نماز چھوڑنے کا چلن عام ہے۔ بعض تو سرے سے پڑھتے ہی نہیں اور جو خیر سے پڑھتے ہیں ان میں اکثر کا حال یہ ہے کہ نماز کے باریک مسائل تو ایک طرف رہے' موٹی موٹی باتوں سے بھی کورے ہوتے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ اگر ان کی اِصلاح کی بات کی جائے تو فوراً اُن کی تیوریاں چڑھ جاتی ہیں اور وہ خود مسئلے بیان کرنے شروع کر دیتے ہیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں بیشتر لوگ عقیدہ وعمل میں کمزور سے ہو کر رہ گئے ہیں۔ بظاہر تو خوشحال اور ہشاش بشاش نظر آتے ہیں؛ مگر فی الحقیقت روحانی کھوکھلے پن کا شکار ہیں؛ اس لیے مادّیت کے اس خدا بیزار دور میں لوگوں کے دل ودماغ پر حکمت اور ہمدردی کے ساتھ دستک دینے کی ضرورت ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور اُن سے اپنا رشتہ عشق جوڑتے ہیں انھیں تو نماز کا کچھ زیادہ ہی اہتمام کرنا چاہیے، تاکہ ان کا یہ حسینی دوسروں کو بھی کھینچ کر نماز کے قریب لائے۔ کیوں کہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جو کسی حال میں معاف نہیں، اسے بہرصورت اَدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کو قائم کرنے اور مسجدوں کو سجدوں سے آباد کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حدیث [۴]

نومولود کے کان میں اَذان واقامت کا فائدہ!

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا :

من ولِد له مولود فأذن فِي أذنِهِ اليمنىٰ، وأقام فِي أذنِهِ اليسرى رفِعت عنه أم الصبِياتِ . (۱)

یعنی جس کے گھر بچہ پیدا ہو، اور وہ اس کے داہنے کان میں اَذان اور بائیں کان میں اِقامت کہہ دے تو اس سے بچوں کو لگنے والے روگ اُٹھا لیے جاتے ہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں اخیر کے الفاظ یوں ہیں :

نفعت عند لقي الحساب .

یعنی یہ عمل اسے حساب وکتاب کے دن فائدہ دے گا۔

◉ اولاد اللہ کی بیش بہا نعمت ہے اور عظیم اَمانت بھی۔ جن کے دلوں میں اِس نعمت واَمانت کی قدر ہوتی ہے وہ بہت پہلے ہی سے اس نو وارد مہمان کے لیے تیاریاں کررہے ہوتے ہیں، اور اسے اپنا بہترین نائب ووارث بنانے میں کوشاں۔ اور جس طرح ہر نعمت واَمانت کے بارے میں اِنسان سے پوچھ گچھ ہونی ہے اسی طرح اَولاد کی بابت بھی عرصۂ محشر میں سوال ہوگا۔ لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک، اور ہمارے صحیح وارث بنیں تو اِسلامی خطوط پر اُن کی تربیت کا اِہتمام کریں۔ اسلام نے زندگی کے ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کی ہے۔ ہم اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اپنے یا اپنی اولاد کے اندر طرح طرح کے روحانی وجسمانی روگ پال لیتے ہیں، اگر کتاب وسنت کی روشنی میں سفر حیات طے کریں تو یقیناً ایک خوشگوار زندگی سے لطف اندوز ہوں گے۔

---

(۱) امالی ابن بشران: ۲/۷۱ حدیث: ۴۸۸...... شعب الایمان بیہقی: ۱۱/۱۰۶ حدیث: ۸۲۵۴۔

حدیث [۵]

مومن ومنافق کی تین تین علامتیں!

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :

لا یکون المؤمن مؤمنا ولا یستکمل الإیمان حتّٰی یکون فیه ثلاث خصال: اقتباس العلم وصبر علی المصائب وترفق فی المعاش وثلاث خصال تکون فی المنافق اذا حدث کذب واذا ائتمن خان واذا وعد اخلف . (۱)

یعنی کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا اور نہ تکمیل ایمان کرسکتا ہے جب تک اس کے اندر تین خصلتیں نہ پیدا ہوجائیں: علم سیکھنے کی لگن، مصائب وآلام پر صبر کا جذبہ، اور حسن معاشرت۔ اور تین خصلتیں منافق کی ہوتی ہیں (جن سے بچنا بھی ضروری ہے): جب وہ بولتا ہے تو منہ سے جھوٹ نکلتا ہے۔ امانت میں خیانت کرتا ہے اور وعدے پورے نہیں کرتا۔

◉ ایک مسلمان کے لیے ایمان سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ اور نفاق سے بڑھ کر کوئی مصیبت وآفت نہیں۔ جب اِیمان کی حرارت دل کے اندر موجود ہوتی ہے، تو انسان کے قدم اچھائیوں کی طرف اُٹھتے دکھائی دیتے ہیں، اور اس کا لمحہ لمحہ طاعت وبندگی کے کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ ایمان کی حفاظت وصیانت کے لیے علم کا حصول اوّلین درجے میں ہے، کیوں کہ علم نہ ہونے کی وجہ سے آدمی بسا اَوقات گناہ کا کام ثواب جان کر کر بیٹھتا ہے اور کبھی عدمِ علم کے باعث ثواب کا کام کرنے سے رہ جاتا ہے۔ یوں ہی علم ہو تو مشکلات ومصائب میں صبر کر کے آدمی ڈھیروں نیکیاں کما سکتا ہے۔

---

(۱) معرفۃ الصحابہ: ۱۱۲/۱۴ حدیث: ۴۴۱۵۔

حدیث ٦

بڑے کام کا بڑا مقام!

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن اللّٰه يحب معالي الأمور وأشرافها ويكره سفسافها . (١)

یعنی اللہ تعالیٰ اعلیٰ کام اور اہم اُمور کو پسند فرماتا ہے، جب کہ معمولی، گھٹیا اور بے مقصد کاموں کا ناپسند کرتا ہے۔

◉ اِنسان عبث پیدا نہیں ہوا، اُس کی تخلیق کے پیچھے خالق نے کچھ مقاصد رکھے ہیں۔ جب ایک اِنسان کوئی چیز بلا وجہ نہیں بناتا، تو بھلا خالق و مالک حضرت اِنسان کو بلا وجہ کیوں تخلیق کرے گا!۔ جو لوگ بیدار مغز اور مقصد شناس ہوتے ہیں وہ ہر وقت اپنے منشاے تخلیق کو سامنے رکھتے ہیں اور ایسے اہم، با مقصد اور اُولوالعزم کاموں میں زندگی کے شب و روز گزارتے ہیں جو ان کی دنیا و آخرت دونوں کو کامیابیوں سے ہمکنار کردیں۔

جب کہ غافل انسان اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اس کے رہنے سہنے کا غیر اِسلامی انداز، کاروبار میں سودی لین دین، اور بات چیت میں جھوٹ کی آمیزش وغیرہ یہ سب اس کے آخرت سے غفلت کی غمازی کرتے ہیں۔ اس امتحان گاہ دنیا کو اس نے چراگاہ سمجھ لیا ہے اور حلال وحرام کا امتیاز کیے بغیر زندگی کا روبار چلا رہا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ یہ دنیا ایک بار ملی ہے، اس میں جتنا موج مستی کرنا ہے کرلیں، پھر کہاں ملنے والی۔ اسی لیے ایسے غافل لوگوں کو اکثر گھٹیا، بے مقصد اور لایعنی کاموں میں مشغول پایا گیا ہے۔ اللہ ہمیں مقصد حیات سمجھنے اور لایعنی کاموں میں مشغول ہونے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

---

(١) مسند شہاب قضاعی: ۱۴۵/۴ حدیث: ۱۰۰۱ ...... الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، خطیب بغدادی ۴۳/۱: حدیث: ۴۰

حدیث [۷]

اِسلام کا تصورِ عزت و تکریم

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

تقبيل المسلم يد أخيه المصافحة . (۱)

یعنی ایک مسلمان کا دوسرے اِسلامی بھائی کا ہاتھ چومنا یہ مصافحہ ہے۔

◉ عزت وتکریم، اور اِحترام وعقیدت اِسلام کی نگاہ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اِسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی عزت نفس کے ساتھ دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنے اوران کے مقام ومرتبے کے مطابق اُن کی عزت ومنزلت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اِسلامی رسومات میں سلام ودعا، مصافحہ ومعانقہ اورقدم ودست بوسی وغیرہ اسی کے مظاہر ہیں، ان سے جہاں بندوں کے اندر سے تکبر ونخوت کی گرد چھٹتی ہے وہیں دوسروں کے دلوں میں اس کے لیے اِحترام وعقیدت کے جذبات بھی پرورش پارہے ہوتے ہیں، جو اِسلامی معاشرے کو صحت مند بنانے میں کلیدی رول اَدا کرتے ہیں۔ اسلام مسلمانوں کو تسبیح کے دانوں کی مانند جوڑ کر رکھنا چاہتا ہے، اوران کی اجتماعیت کو ہر حال میں پراگندہ ہونے سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ لیکن آج جہاں اِسلام کی دیگر قدریں مٹ رہی ہیں، وہیں سلام ودعا کا رواج بھی اُٹھ رہا ہے، چہرے دیکھ کر سلام ومصافحے عام ہیں، اوراپنے پرائے کا فرق بیشتر معاملات میں صاف دیکھا اورمحسوس کیا جاسکتا ہے۔ اللہ ہمیں محض اپنی رضا کے لیے اِسلامی معمولات ومعاملات کو برتنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(۱) القبل والمعانقۃ والمصافحۃ، ابن اَعرابی: ۱۵، حدیث: ۱۴۔

حدیث ۸

بے مقصد کام چھوڑ دو!

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :

مِن حسنِ اِسلامِ المرءِ ترکه ما لا یعنِیهِ . (۱)

یعنی ایک مسلمان کی خوبیوں میں سے یہ بات ہے کہ وہ بے مقصد اور لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے (اور ان میں اپنا وقت و مال برباد نہ کرے)

◉ اسلام ایک زندہ اور بامقصد دین ہے۔ اسلام کے جملہ احکام مقصدیت سے بھرپور ہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں کو بے کار نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ بامقصد کاموں کی انجام دہی پر انھیں ابھارتا ہے۔ لیکن افسوس آج مسلم معاشرہ ایک ایسی ڈگر پر نکل پڑا ہے کہ جہاں مقصد نام کی کوئی چیز نہیں، جسے دیکھیں بے مقصد اور لایعنی کاموں میں وقت برباد کر رہا ہے۔

جب سے مسلم گھرانوں میں سعودی جانے کا رواج عام ہوا، بے کاری، اور بے مقصدیت مزید بڑھ گئی۔ ایک شخص باہر کیا گیا کہ سب ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے، اور صبح شام شکوہ و شکایت اور لگانے بجھانے کا ماحول گرم ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ نوجوانوں میں تیزی سے بے مقصدیت اور وقت کے ضیاع کو فروغ دے رہے ہیں۔ ایسے وقت میں ضروری ہے کہ ذمہ دارانِ قوم ایسے پروگرام مرتب کریں جس سے معاشرے کے اندر بامقصد کاموں کا شعور جاگے، اور پھر وقت کا صحیح اِستعمال انھیں دارین کی سرخروئی سے ہمکنار کر دے۔

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۱۶۸/۴ حدیث: ۱۶۴۶...... سنن ترمذی: ۵۵۸/۴ حدیث: ۲۳۱۸...... موطا امام مالک: ۳۱۰/۵ حدیث: ۱۶۳۸۔

حدیث ۹

اصلی بخیل (کنجوس) کون؟

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ باب العلم شیر خدا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

إن البخِيل من ذكِرت عِنده فلم يصلِ علي –ﷺ– . (۱)

یعنی اصلی بخیل اور کنجوس شخص وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا (یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) نام آئے، پھر وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

◉ محبوب سے سچی محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔ کیوں کہ جب کسی سے تعلق خاطر پیدا ہوجاتا ہے تو بار بار اس کی یاد آتی ہے بلکہ اس کی یاد ہی قلب وروح کی غذا بن جاتی ہے، پھر اس کا نام جپنے سے اور اس کی یاد میں کھوئے رہنے سے ہی تسکین دل وجاں حاصل ہوتی ہے۔ یاد ہی کی ایک شکل 'درود پاک' بھی ہے، اور یہ کائنات کی اس عظیم ہستی کے لیے پڑھا جاتا ہے جو باعث تخلیق مکین ومکاں اور محبوب ربّ دوجہاں ہے۔ گویا جب ہم اپنے پیارے آقا رحمت سراپا ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو اُن کے ذکر و یاد کی شمعیں جلاتے ہیں اور اپنے وجود کے در و بام درود کی فیض بخشیوں سے منور کرتے ہیں ؎

عجیب فیض ہے آقا تری محبت کا   درود تجھ پر پڑھوں اور میں سنور جاؤں!

اَب اگر کوئی محبت کا دعویدار ہو اور مرکز محبت پر خراجِ درود نہ پیش کرے تو اسے بخل کے علاوہ اور کیا نام دیا جائے۔ اللہ ہمیں اپنے پیارے محبوب ﷺ کی محبت میں جلائے، مارے اور انھیں کے ساتھ حشر ونشر فرمائے۔

(۱) سنن نسائی: ۶/۱۹ حدیث: ۹۸۸۴...... صحیح ابن حبان: ۳/۱۹۰ حدیث: ۹۰۹۔

حدیث [۱۰]

گزشتہ مصائب یاد کرکے اِنا للہ پڑھنے کا ثواب!

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ محسن کائنات، معلم انسانیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :

ما مِن مسلِم ولا مسلِمة يُصاب بِمصِيبة فيذكرها واِن طال عهدها –قال عبَّادٌ قدُم عهدُها– فيُحدِث لِذلِک استِرجاعا اِلا جدد اللّٰه له عِند ذلِک فأعطاه مِثل أجرِها يوم أصِيب بِها. (۱)

یعنی جب کسی مسلمان مرد یا عورت کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، پھر وہ اس کو یاد کرتا ہے خواہ اس کو کتنا ہی زمانہ گزر گیا ہو، اور کلمہ استرجاع [انا للہ وانا الیہ راجعون] پڑھنے کی اسے توفیق ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے مصیبت کے دن انا للہ کہنے کی طرح اَجر عطا فرماتا ہے۔

◉ اِسلام کیسا رحمت وشفقت اور جود وسخاوت والا دین ہے کہ اُس نے قدم قدم پر اپنے ماننے والوں کو گوناگوں سوغاتیں پیش کی ہیں، اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر انھیں مایوسی کی حالت میں نہیں چھوڑا؛ حتیٰ کہ جب تکلیف وپریشانی کا موقع ہوتا ہے، اور اپنے کہے جانے والے بھی ساتھ نہیں دیتے، تب بھی اِسلامی تعلیمات ایک غمخوار دوست کی طرح اس کا حوصلہ باندھنے کے لیے اور اس کے زخموں پر راحت وسکون کا مرہم رکھنے کے لیے آگے آتی ہیں، جس سے حوصلہ اور ڈھارس پاکر وہ کرب آثار لمحات میں اپنی کھوئی ہوئی توانائیوں کو اکٹھا کرکے پھر ایک نئے ولولے کے ساتھ کارزارِ حیات میں سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔

---

(۱) مسند احمد: ۱/۲۰۱ حدیث: ۱۷۳۴۔

حدیث ۱۱

پنجتن پاک کی محبت کا ثمرہ، جنت!

حضرت اِمام زین العابدین اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن وحسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا :

من أحبني وأحب هٰذين وأباهما وأمهما كان معي في درجتي يوم القيامة . (۱)

یعنی جو مجھ سے محبت کرے، اِن دونوں (حسن وحسین) سے محبت کرے، اور ان کے والدین (فاطمہ وعلی) سے محبت کرے وہ جنت کے اسی درجے میں ہوگا جس میں میں ہوں گا۔

◉ محبوب کی طرف منسوب ہر شے سے محبت ہوجانا فطری بات ہے۔ اور جب محبوب، محبوب ربّ العالمین اور حامل طٰہٰ ویٰس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہو تو پھر اس سے محبت وعقیدت کا کھنچاؤ کس حد تک ہوگا، اس کا اَندازہ کون کرسکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ اَمر بھی فطری ہے کہ ہر محبوب چاہتا ہے کہ اس کی قدر کے ساتھ اُس سے منسوب ہر چیز کی قدر کی جائے، اور اَولاد تو خیر اس کے جگر کا ٹکڑا ہی ہوتی ہے، تو اسی اُصولِ فطرت کے پیش نظر یہاں پنجتن پاک کی محبت سے ہمیں اپنے قلب وروح کو منور وشگفتہ رکھنے کی تعلیم دی جارہی ہے، اور صلے میں جنت کے اُسی درجے میں رہنے کا وعدہ جس میں محبوب خود جلوہ فرما ہوگا۔ اللہ محبت اہل بیت سے ہمارے دلوں کو مالا مال فرمادے۔ آمین یارب العالمین بجاہ طٰہٰ ویٰس ﷺ

(۱) سنن ترمذی: ۱۳/۳۳۹ حدیث: ۴۰۹۸...... مسند احمد بن حنبل: ۱/۷۷ حدیث: ۵۷۶۔

حدیث ۱۲

صدقہ اہل بیت کے لیے حلال نہیں!

حضرت ربیعہ بن شیبان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک روز حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ آپ کی کوئی خاص بات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیش آئی ہوا سے بیان کیجیے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ایک روز صدقہ کی کچھ کھجوریں آئی تھیں، میں نے ان میں سے ایک اُٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ یہ دیکھ کر میرے نانا، والی کون ومکاں، تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ألقها فإنها لا تحل لنا الصدقة . (۱)

یعنی اُسے پھینک دو، کیوں کہ صدقہ ہمارے لیے جائز وحلال نہیں۔

◉ 'نسبت وتعلق' کی اِسلام میں بڑی قدر وقیمت ہے۔ اِن سے اِفتخار وعزت اور عظمت وشرافت مل جایا کرتی ہے۔ آپ خود سوچیں کہ ایک ہماری آل اَولاد ہے؛ لیکن جب ہم کہتے ہیں 'آل رسول اور اولادِ بتول' تو وہ کیا چیز ہے جو اِنھیں کائنات کی دوسری آلوں اور اَولادوں سے ممتاز ومحترم بنادیتی ہے، بس وہ 'نسبت رسالت' ہے۔ یہ 'اہل بیت رسول' کائنات کے ایسے خوش بخت اور عظیم اَفرادِ بامراد ہیں جن کی تطہیر وپاکیزگی کا اِعلان خود ربِ کائنات نے قرآن مجید میں فرمادیا ہے۔ ان سے ظاہر وباطن کی ہر پلیدی کو ہمیشہ کے لیے دور کردیا گیا ہے، نیز ایسی چیزیں جو کسی بھی طرح ان کے شایانِ شان نہیں ہیں ان سے انھیں روک دیا گیا ہے۔ اَب صدقہ وخیرات چوں کہ مال کے میل ہوا کرتے ہیں؛ تو پھر اِن پاکانِ اُمت کا میل کچیل کی چیزوں سے کیا سروکار ہوسکتا ہے!۔

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۱/۲۰۱ حدیث: ۱۷۳۱۔

حدیث ۱۳

مانگنے والے کوضرور دینا چاہیے!

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشادفرمایا :

للسائل حقٌّ وإن جآء علی فرس . (۱)

یعنی سائل اگرگھوڑے پرسوار ہوکرآئے اورتم سے کسی چیز کا مطالبہ کرے تو یہ اس کا حق ہے اس کا مطالبہ پورا کیا جائے۔

◉ دنیا کا نظام' قانونِ قدرت کے تحت چل رہاہے اورخوب چل رہا ہے۔صدیاں بیتیں مگر اس نظام میں کہیں کوئی خلل نہیں آیا کیوں کہ خالق کومخلوق کے جملہ اُمورومعاملات کی خوب خبر ہے اوراسی کے مطابق نظامِ کائنات کومرتب کیا گیا ہے۔یہ دنیا ایک کنبے کی مانند ہے، جس طرح کنبے کے اَفراداوراُن کی ضرورتیں ایک دوسرے سے متعلق ہوتی ہیں وہی حال دنیا کا ہے کہ یہاں بھی ایک' دوسرے کامحتاج اورایک کی ضرورت دوسرے سے وابستہ رہتی ہے۔کوئی مالدارکبھی یہ نہ سمجھے کہ اس کی دولت بس اس کی جاگیر ہے بلکہ اس میں اللہ نے غریبوں اور بے سہاروں کا حصہ بھی رکھ دیا ہے۔لیکن ہماری منطق بھی عجیب ہے کہ ہم خودکواپنے مالوں کا اکلوتا وارث سمجھتے ہیں اورحق داروں تک اسے پہنچانے کی نہ کبھی زحمت کرتے ہیں اورنہ ہمارا دل اس کوگوارا کرتا ہے۔اِسلام کا اُصول تو یہ ہے کہ کسی محتاج کوسوال کی ذلت اُٹھانے سے پہلے اس کی ضرورت پوری کردو،مگرہم ہیں کہ اُس کا سوال واِحتیاج سن کربھی طرح طرح کے حیلے بہانے تراشنے میں لگے ہوتے ہیں،اوراس کی حیثیت وشخصیت پربحثیں کرتے ہیں!۔

---

(۱) سنن اَبوداوٗد:۲/۵۱حدیث:۱۶۶۷......مصنف ابن ابی شیبہ:۳/۱۱۳حدیث:۹۹۱۶......مسند بزار: ۴/۱۸۶حدیث:۱۳۴۳......صحیح ابن خزیمہ:۴/۱۰۹حدیث:۲۴۶۸۔

حدیث [۱۴]

برائی دیکھ کر آنکھیں پھیر لینا شیوۂ ایمانی نہیں!

حضرت اِمام حسین بن علی رضی اللہ عنہما روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

لاينبغي لعين مؤمنة ترى أن يعصى الله فلا تنكر عليه .(۱)

یعنی کسی مسلمان آنکھ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہوتی دیکھے اور اس پر نکیر و تنبیہ نہ کرے۔

◉ اِس میں کوئی دو رائے نہیں کہ 'اُمت محمدیہ' خیر الامم ہے۔ اور دیگر اُمتوں سے اِس کے افضل قرار دیے جانے کی وجہ قرآن میں یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ یعنی ان کی فطرت یہ ہے کہ یہ اکیلے جنت میں جانا اور فقط اپنے آپ کو جہنم سے بچانا نہیں چاہتے بلکہ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی جنتی بنیں اور جہنم کی آتش سوزاں سے خود کو بچائیں۔ گویا آیت کریمہ کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ اُمت مسلمہ اگر اپنی 'خیریت' چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو بدل وجاں انجام دیتی رہے۔ لیکن افسوس آج اُمت کی بے عملی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ دوسروں کو نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے بچانا تو کجا، ہم میں سے اکثریت کا حال یہ ہے کہ ہمارا ہی اپنا دامن برائیوں میں لت پت ہے، تو ظاہر ہے کہ جس سے ہماری 'خیریت' وابستہ تھی، جب وہ کام ہم اَنجام نہیں دیں گے تو اُمت مسلمہ پر خواہی نہ خواہی بدحالی وزبوں حالی کا یہ مکروہ دور تو مسلط ہونا ہی تھا!۔

---

(۱) نوادر الاصول فی احادیث الرسول: ۱/ ۱۱۷۔

حدیث [۱۵]

جنتی نوجوانوں کے سردار!

حضرت اِمام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جدکریم نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشادفرمایا :

الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة . (۱)

یعنی حسن اورحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

◉ اہل بیت رسول کے دو چمکتے آفتاب و ماہتاب اور مطلع اِسلام کے دوتابندہ ستارے امامانِ حسن وحسین رضی اللہ عنہم عظمت وکرامت کے جس عظیم مقام پر فائز ہیں اس کا اَندازہ لگانا بساطِ اِنسانی کے باہر ہے۔ یہ وہ دُرّہائے یکتا اورعباقرۂ بے ہمتا ہیں جنھیں کائنات کی عظیم ماں فاطمہ زہرا کا لختِ جگر،علم وکمال کے بےتاج بادشاہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نورِنظر، نیز خانوادۂ اِسلام میں آنکھ کھولنے، آغوشِ رسالت میں کھیلنے، لب نبوت کے لمس کی برکتیں حاصل کرنے، دوشِ رسالت پرسواری کرنے،ایک کا سرسے ناف تک اوردوسرے کا ناف سے قدموں تک مشابہِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بے مثال فخر واِعزاز حاصل ہے۔ اِسلام کی ترویج و اِشاعت اور پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے جاوداں مشن کو آگے بڑھانے میں ان دونوں نبوی شہزادوں کی قربانیاں نہ صرف صبح قیامت تک سراہی جائیں گی بلکہ ہرعہد کے امامانِ رشدوہدایت کے لیے خضرراہی کا فریضہ بھی انجام دیں گی۔ یہ ہستیاں اہل دنیا کے لیے بھی مقتدا ورہنما ہیں اوراہل بہشت کے لیے سرداروسرخیل ہیں۔ اللہ ہمیں اِن کی سچی محبت اور ان کے چھوڑے عظیم مشن میں کام آنے کی توفیق عطافرمائے۔ آمین

---

(۱) معجم اوسط طبرانی:۱/۱۱۷حدیث:۳۳۶۔

حدیث [١٦]

قُرب وبُعد کا معیار!

حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جد کریم نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا :

القریب من قربته المودة وإن بعد نسبه ، والبعيد من باعدته المودة وإن قرب نسبه ، ولا شي أقرب من يد إلى جسد ، وإن اليد إذا نغلت قطعت ، وإذا قطعت حسمت (١)

یعنی قریبی اسے کہتے ہیں جسے محبت کی وجہ سے قرب حاصل ہو، خواہ نسب کے اِعتبار سے وہ دور کا ہی کیوں نہ ہو۔ اور دور اسے کہتے ہیں جو محبت کی وجہ سے دور ہو، خواہ وہ نسباً وہ قریبی ہی کیوں نہ ہو، (گویا معیار محبت ہے)۔ اور کوئی بھی چیز ہاتھ سے زیادہ جسم کے قریب نہیں۔ لیکن ہاتھ جب فاسد ہو جائے تو اسے کاٹ دیا جاتا ہے، اور کاٹنے کے بعد اس کی پٹی مرہم ہوتی ہے۔

◉ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑی دولت ونعمت سے نوازا ہے جو پورے دین کو جامع اور اس کی تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے، وہ نعمت و دولت کچھ اور نہیں 'اَخلاق' ہے، اور اخلاق ہی کا ثمرہ ونتیجہ محبت ہے۔ اِسلام نے اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے، تاکہ انسان اخلاق کا بیج بو کر اس سے محبت کے خوشنما پھول توڑے۔ بعثت محمدی کا مقصد ہی تکمیل اَخلاق، فروغِ امن ومحبت قرار دیا گیا ہے۔ خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہر دل عزیز شخصیت کا شرف حاصل کرنے کے لیے بے لوث محبت اور بے غبار کردار درکار ہے۔

---

(١) اخبار اصبہان: ١/٣٩٠ حدیث: ٣٠٢......اعتلال القلوب خرائطی: ٢/٢٩٠ حدیث: ٧٣٥۔

حدیث [۱۷]

جنگ اور دھوکا!

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی کہ آقاے کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

الحرب خدعة . (۱)

یعنی جنگ دھوکا ہے۔

◉ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ جنگ کے موقع پر اس وہم میں نہ پڑ جانا کہ جنگی دھوکا اور فریب‘ عہد شکنی، خیانت اور بد دیانتی کی قسم سے ہے، بلکہ اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا کہ دشمنوں کے ساتھ برسر جنگ ہونے کی صورت میں حکمت عملی کے طور پر ایسے حیلوں کو اِختیار کرنا ضروری ہوجاتا ہے جو جنگ کے جیتنے اور طاقت و مدد حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مثلاً دشمن پر رعب ڈالنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کے ذہن پر اپنی طاقت کی زیادتی اور اسلحہ جات کی برتری کا سکہ جمادیا جائے اس مقصد کے لیے فرضی کار روائیوں اور حیلہ آمیز بیانات کا سہارا لیا جاسکتا ہے، یا میدان جنگ میں دشمن کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لیے میدان سے ہٹ جانا اور پیچھے لوٹ آنا تاکہ دشمن یہ سمجھے کہ مقابل لڑنے کی تاب نہ رکھنے کی وجہ سے میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اور جب دشمن اس غلط فہمی میں مبتلا ہوکر غافل ہوجائے تو کسی طرف سے اچانک اس پر ٹوٹ پڑنا یہ اور اس طرح کی دوسری کاروائیاں ایسے حیلے ہیں جن کو جنگی حکمت عملی کے طور پر اختیار کرنے کی اجازت ہے؛ لیکن واضح رہے کہ عہد شکنی کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے جو عہد واقرار ہوجائے اس پر عمل کرنا بہرصورت ضروری ہے، کسی معاہدہ کو توڑنا ہرگز جائز نہیں۔

---

(۱) مسند بزار:۳/۲۰۷ حدیث:۲۸۱۱۔

حدیث ۱۸

ہدیہ کا اِہتمام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

نعم الشئ الهدية أمام الحاجة . (۱)

یعنی وہ ہدیہ بہت اچھا ہے جو کسی کو ضرورت کے وقت پیش کیا جائے۔

◉ خلق خدا کو فائدہ پہنچانا، اوران کے کام آنا انسان کی حقیقی عظمت ہے۔ درحقیقت وہی انسان عظمت پاتا ہے جو دوسروں کے کام آتا ہے، ہم ہر روز یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ دنیا میں جو شخص بھی آیا، وہ اپنی عمر پوری کر کے اس جہان فانی سے چلا گیا؛ لیکن وہ لوگ جو انسانوں کی خدمت کر گئے، خلق خدا کو فائدہ پہنچا گئے ان لوگوں کا ذکر باقی رہتا ہے اور لوگ ہمیشہ ان کو اچھے نام سے یاد رکھتے ہیں۔ انسانوں میں سب سے بہترین شخص بھی وہی ہے جو دوسروں کے لیے اچھا ہو اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

قرآن وحدیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے اور اس پر بہت اَجر وثواب رکھا گیا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ لوگوں کی حاجت برآری فرماتے اور ان کے مشکل وقتوں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ کوشش یہ کرنا چاہیے کہ کسی ضرورت مند کے ہاتھ پھیلانے سے پہلے ہی اس کی ضرورت پوری ہو جائے تاکہ وہ ذلت سوال اور عزت نفس کے مجروح ہونے سے بچ جائے۔ یاد رہے کہ جس طرح اِسلام میں حقوق العباد کو مقدم رکھنے کی ہدایت کی گئی، اسی طرح باہمی محبت، اِخلاص اور بھائی چارہ کے لیے ہدیہ وتحفہ کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

(۱) معجم کبیر طبرانی: ۲۱۸/۳ حدیث: ۲۸۳۵۔

حدیث [۱۹]

جنت تلواروں کے سائے میں ہے!

حضرت امام حسین بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ! جہاد تو مجھ پر فرض ہو چکا ہے؛ لیکن میں عمر ڈھل جانے کی وجہ سے ذرا کم ہمت اور کمزور ہو چکا ہوں؛ اس لیے مجھ میں جہاد کے لیے کچھ دم خم نہیں۔ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

هلم إلى جهاد لا شوكة فيه الحج . (۱)

یعنی پھر ایسا جہاد کرو جس میں کانٹے یعنی زیادہ مشقت نہیں، اور وہ حج ہے۔

◉ اِسلام میں جہاد کی بے پناہ فضیلت وارد ہوئی ہے؛ کیوں کہ اس سے کلمۃُ اللہ کی سربلندی، اہلِ اِسلام کی شوکت وعظمت اور دین کا وقار وقرار وابستہ ہے۔ جب تک جذبۂ جہاد ہماری رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا رہا، دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنا باج گزار نہیں بنا سکی، اور نہ کہیں مسلم اُمہ کو ذلت ونکبت کا سامنا رہا؛ لیکن جب یہ جذبہ ہم میں ٹھنڈا پڑ گیا تو شوکتِ مسلم گہنا کے رہ گئی اور ستاون اِسلامی ملک صرف گن کر دل بہلانے کے لیے رہ گئے، اُن سے اِسلام ومسلمین کے عروج وترقی کے لیے عملاً وتدبیراً کوئی اِقدام نہیں ہو رہا۔ ان کا کوئی عمل وتدبیر نہ کرنا اِتنا افسوسناک نہیں جتنا حیرت کن یہ ہے کہ وہ کافرانہ نظام اور اسلام دشمن طاقتوں کے دست وبازو بنے ہوئے ہیں، اور ان کے اشارۂ اَبرو پر کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔ موجودہ عالمی سیاسی منظر نامہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مگر چوں کہ اسلام میں ہر چیز کا متبادل موجود ہے؛ اس لیے ضعیفوں اور بوڑھوں کے لیے حج ہی کو جہاد قرار دیا گیا ہے۔

---

(۱) سنن امام سعید بن منصور: ۳۱۸ حدیث: ۲۳۴۲......معجم اوسط طبرانی: ۳۰۹/۴ حدیث: ۴۲۸۷۔

حدیث [۲۰]

والدین کی نافرمانی سے بچو!

حضرت امام حسین اپنے والد ماجد مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

لو علم اللّٰہ شیئا من العقوق أدنیٰ من أف لحرمه فلیعمل العاق ما شاء أن یعمل فلن یدخل الجنة ولیعمل البار ما شاء أن یعمل فلن یدخل النار . (۱)

یعنی (والدین کی) نافرمانی کے لیے اگر اللہ کے علم میں لفظ 'اُف' سے بھی کم تر کوئی لفظ ہوتا تو اسے بھی حرام فرما دیتا۔لہٰذا والدین کا نافرمان جو چاہے عمل کرتا پھرے اسے جنت میں جانا نصیب نہ ہوگا۔اور والدین کا فرماں بردار جو چاہے عمل کرے اسے جہنم میں نہیں داخل کیا جائے گا۔

◉ انسانی رشتوں میں سب سے عظیم رشتہ ماں باپ کا ہے۔دنیا کے سارے مذاہب ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتے ہیں،شریعت اسلامی میں بھی ماں باپ کے حقوق پر کافی زور دیا گیا ہے۔قرآن وحدیث میں والدین کے مقام ومرتبہ کو مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔حتیٰ کہ ان کے ساتھ حسن سلوک پر جنت کی ضمانت اور ان کے ساتھ بدسلوکی پر جہنم کی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔لیکن آج کا عاقبت نا اندیش دور سب کچھ پیچھے چھوڑ گیا اور والدین کی حکم عدولی،ان کی مرضی کے خلاف کام،گفتگو کے دوران تند لہجہ اختیار کرنا مسلم معاشرے میں ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔اللہ ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی رضا پر زندگی بسر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

---

(۱) تفسیر سمرقندی:۲/۳۰۷......فتح القدیر،شوکانی:۳/۳۱۳۔

حدیث [۲۱]

اِعتکافِ رمضان دو حج وعمرہ کے برابر!

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ والد محترم شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من اعتكف عشرا في رمضان كان كحجتين وعمرتين .(۱)

یعنی جس نے رمضان کے (آخری) عشرے میں اِعتکاف کیا،تو اسے دو حج اور دو عمرے کا ثواب دیا جائے گا۔

دوسری روایت میں یوں ہے :

اعتكاف عشر في رمضان كحجتين وعمرتين. (۲)

یعنی رمضان کے دس دن کا اعتکاف دو حج وعمرے کے برابر ہے۔

◉ پورے سال جس مہینے کا اسپیشل مہمان کی طرح بے صبری سے اِنتظار رہتا ہے،اور جس کے جانے سے اکلوتے بیٹے کے بچھڑنے کی طرح اِحساس دل میں جاگتا ہے وہ کوئی اور نہیں رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہے،جس کا لمحہ لمحہ خیر وبرکت کا خزینہ اپنے دامن میں رکھتا ہے، پھر اس کا آخری عشرہ تو مزید رحمتوں کا حامل ہوجاتا ہے،اور اگر کسی بندۂ مومن کو اس میں سنت اِعتکاف کی بھی سعادت حاصل ہوجائے تو پھر نورٌ علیٰ نور والی بات ہے۔ حج وعمرہ کوئی عام بات تو نہیں، یہ تو خوش بختوں اور اللہ والوں ہی کا نصیبہ ہوا کرتا ہے۔ اللہ جل مجدہ ایسے عظیم کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق ہمارے رفیق حال کردے۔ آمین

(۱) شعب الایمان:۴۳۶/۵ حدیث:۳۶۸۰......درمنثور،سیوطی:۴۸۶/۱۔

(۲) معجم کبیر طبرانی:۲۱۰/۳ حدیث:۲۸۱۹......مشیخۃ ابن ابی الصقر:۱۶۱ حدیث:۹۰۔

حدیث [۲۲]

جنت کا راستہ بھولنے والا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من ذُکرتُ عنده فخطِئَ الصلوٰةَ عليَّ خطِئَ طريقَ الجنة. (۱)

یعنی جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے تو ایسا ہے جیسے وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

◉ حقیقی منزلیں صرف دو ہی ہے: جنت یا جہنم۔ ہمیں اپنی ہر حرکت وعمل پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیے کہ ہماری یہ عملی کوششیں ہمیں کس سمت لیے جا رہی ہیں!۔ یقیناً ناکام وہ ہے جو دنیا کے بکھیڑوں میں الجھ کر اپنی منزلِ حقیقی کھو بیٹھے اور بالآخر جہنم کا ایندھن بنے۔ اور خوش بخت و کامیاب وہی قرار پائے گا جو دنیا وآخرت دونوں کو اللہ ورسول کی تعلیمات کی روشنی میں گزار کر بالآخر جنت نشیں ہو جائے۔ اسی جنت میں لے جانے کا ایک مجرب وسیلہ درود پاک بھی ہے۔ اس کی جتنی کثرت کی جائے اتنے ہی فوائد وبرکات حاصل ہوں گے۔ درود کو ہمیں اپنی عادت نہیں بلکہ لازمہ فطرت بنالینا چاہیے؛ کیوں کہ جو چیز عادتاً ہوتی ہے وہ بسا اَوقات چھوٹ جاتی ہے، مگر فطری چیزیں کبھی نہیں چھوٹا کرتیں۔ لہٰذا درود کے ساتھ ہمارا معاملہ بھی ایسا والہانہ ہونا چاہیے کہ اِدھر آقاے کریم ﷺ کا اِسم گرامی 'محمد' کانوں سے ٹکرائے اور اُدھر درود کے پھول لبوں سے دفعتاً جھڑنے لگیں۔ جب شیفتگی اس حد تک بڑھ جائے تو پھر رحمتوں کے اَنوار اُترتے ہیں اور انسان کے دونوں جہاں روشن کر دیتے ہیں۔

(۱) معجم کبیر طبرانی: ۲۱۰/۳ حدیث: ۲۸۱۸۔

حدیث ۲۳

فاطمہ کی خوشی میں خدا کی خوشی!

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یا فاطمة ! إن اللّٰہ عزوجل لیغضب لغضبک، ویرضیٰ لرضاک .(۱)

یعنی اے فاطمہ جس سے تو غصہ ہو جاتی ہیں اس سے اللہ بھی ناراض ہو جاتا ہے

اور جس سے تو خوش ہو جاتی ہیں اس سے خدا بھی خوش ہو جاتا ہے۔

◉ پارۂ تن نبوت خاتونِ جنت کے فضائل کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ آیئے ایک حدیث پاک کا مختصر تجزیہ کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

انسانیت کے عروج پر پہنچنے والے مرد تو بیشمار ہیں؛ مگر خواتین صرف چار ہیں: ۱) آسیہ۔ ۲) مریم۔ ۳) خدیجۃ الکبریٰ۔ ۴) فاطمۃ الزہرا۔ رضوان اللہ علیہن اجمعین

اوّل الذکر نے فرعون جیسے دشمنِ توحید کی رفیقہ حیات بن کر بھی اپنے چراغِ عقیدہ کو روشن رکھا اور شوہر کا خدا واسطے کا کفر وعناد بھی اُن کا بال بیکا نہ کرسکا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عصمت وطہارت پیش خیمہ تھی کہ ان کی گود میں روح اللہ اور کلمۃ اللہ کی نشو ونما ہوگی۔ ان خواتین کے بعد ایک وہ خاتون ہیں جو سرچشمہ عصمت و طہارت ہیں اور جن کی نسل کی بقا کا خدا ذمہ دار ہے۔ ان کی نسل شامِ اَبد تک باقی رہے گی اور دنیا کا چپہ چپہ سادات سے معمور رہے گا۔ حضرت آسیہ ہوں یا حضرت مریم، دونوں کو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جیسے نہ باپ ملے، نہ شوہر ملا، نہ فرزند عطا ہوئے؛ لٰہذا ماننا پڑے گا کہ فاطمۃ الزہرا کو بہت سی وہ فضیلت عطا ہوئی جو دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں!۔

---

(۱) معرفۃ الصحابۃ: ۳۸۱/۱: حدیث: ۳۳۸...... معجم ابویعلی: ۱۹۰ حدیث: ۲۲۰

حدیث [۲۴]

اِیمان اور عظمت اَئمہ اہل بیت

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الإيمان معرفة بالقلب وقول باللسان، وعمل بالأركان. (۱)

یعنی ایمان یہ ہے کہ یقین وتصدیق دل سے ہو، اقرار واظہار زبان سے ہو، اور عمل اَعضا وجوارح سے ہو۔

اس حدیث کی سند یوں جاتی ہے :

حدثنا علي بن موسیٰ الرضا عن أبيه عن جعفر بن محمد عن أبيه عن علي بن الحسين عن أبيه عن علي ابن أبي طالب .

جس کے رواۃ میں کل دس اَئمہ اہل بیت اطہار شامل ہیں، جس سے سند کا مرتبہ بہت بڑھ گیا ہے۔ حتیٰ کہ شیخ ابوالصلت الہروی علیہ الرحمہ صرف سند کے تعلق سے فرماتے ہیں :

لو قرئ هٰذا الإسناد علیٰ مجنون لبرأ .

یعنی اگر صرف اس کی سند کسی پاگل کے اوپر پڑھ دی جائے تو اس کا جنون وپاگل پن دور ہو جائے گا۔

◉ ائمہ اہل بیت اَطہار کی عظمت وتقدیس کے لیے بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ قرآن نے ان کی عظمت وسربلندی کا اِعلان کیا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ جو درود وسلام میں اہل بیت کو شامل نہ کرے تو اس کی نماز ہی ناقص ہے۔ اللہ ہمیں ان کی سچی محبت نصیب کرے۔ آمین

---

(۱) سنن ابن ماجہ: ۱/۲۵ حدیث: ۶۵ ...... معجم اوسط طبرانی: ۶/۲۲۶ حدیث: ۶۲۵۴ ...... معجم ابن الاعرابي: ۴/۸۳ حدیث: ۱۵۷۶۔

حدیث ۲۵

علم وحلم کا خوبصورت اِمتزاج!

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

والذي نفسي بيده ما جمع شئ إلى شئ أفضل من حلم إلى علم .(۱)

یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،حلم اورعلم سے افضل واعلیٰ کبھی کوئی دو چیز اکٹھا نہیں ہوئیں۔

◉ علم کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے؛مگر جب علم کے چہرے پر غازۂ حلم مل دیا جائے تو اُس کی عظمت ومنفعت مزید بڑھ جاتی ہے۔علم اگر حلم کے بغیر ہو تو محض جلال بھی ہوسکتا ہے، جس سے لوگوں پر ایسا رعب طاری ہوجاتا ہے کہ وہ قریب آنے کی بجاے دور بھاگنے لگتے ہیں، اور کسی بات کو سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے؛ مگر جب علم جامہ حلم پہن لیتا تو جلال وجمال کا ایک خوبصورت اِمتزاج دیکھنے کو ملتا ہے۔پھر لوگ کھنچے کھنچے اس کے پاس آتے ہیں،جنم جنم کی تشنگی بجھاتے ہیں،اور دل کی تیرگی مٹاتے ہیں۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے پیچھے،دائیں بائیں جو جاں نثار صحابہ کا جھرمٹ ہمہ وقت موجود رہا کرتا تھا تو اس کا راز بھی قرآن نے یہی بتایا ہے کہ اِس مرکز عقیدت کے اندر شفقت ونرمی اور حلم وتواضع کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے،جس کی کشش دور سے دیوانوں کو پکڑ لاتی ہے،اور اَسیر زلف محمدی بنادیتی ہے۔اللہ ہمیں علم وحلم کے خوبصورت اِمتزاج سے حصہ عطا فرمائے۔

---

(۱) معجم اَوسط طبرانی:۱۲۰/۵حدیث:۴۸۴۶۔

حدیث [۲۶]

محبّ ومحبوب کے درمیان جدائی یقینی!

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک روز جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے کہا :

یـا محمد أحِبب من شِئت فإنک مفارِقه، واعمل ما شِئت فإنک ملاقِیهِ، وعِش ما شِئت فإنک میِت .(۱)

یعنی اے محمد! جسے چاہیں اپنا محبوب بنائیں (لیکن یاد رکھیں کہ)ایک روز اس سے جدا ہونا پڑے گا۔ جو چاہیں عمل کریں، لیکن ایک روز اس کا سامنا کرنا ہوگا۔ اور جس طرح چاہیں زندگی گزاریں، ایک روز دنیا چھوڑنا ہی ہوگا۔

◉ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا سراے فانی ہے، یہاں ہر آنے والے کو ایک نہ ایک دن رخت سفر باندھ کر عالم بقا کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ دنیا میں سدا رہنے کے لیے ترکیب لگانے والوں نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی، یوں ہی دنیا میں بڑے بڑے محبت کرنے والے اور اپنی محبتوں کو لازوال بنانے کے لیے ہر جتن کرنے والے آئے؛ مگر پھر ایک وقت وہ آیا کہ موت نے ان کے سب کیے دھرے پر پانی پھیر دیا، اور آج نہ محبّ کا نشان باقی ہے، نہ محبوب کا کوئی پتا۔ بس اتنا سمجھیں کہ یہ دنیا اِنسانی سفر کا ایک مختصر سا پڑاو ہے، اس میں جو جتنا کچھ اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ کرسکتا ہے کرلے، ورنہ وقت گزر جانے کے بعد کف اَفسوس ملے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اللہ ہمیں ایک ایک لمحے کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱) معجم کبیر طبرانی:۲/۲۰ حدیث:۴۰۷......حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء:۲/۲۰۲......

حدیث ۲۷

دنیا سے بے رغبتی کی برکتیں!

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مـن زهِـد فِـي الـدنيـا علمه اللّٰه تعالى بِلا تعلم، وهداه بِلا هِداية، وجعله بصِيرا، وكشف عنه العمى. (۱)

یعنی جو شخص دنیا سے بے رغبتی پیدا کرلے، تو اللہ اسے بغیر کسی کے سکھائے ہی علمِ لدنی سے سرفراز فرمادے گا۔ بغیر کسی سبب ہدایت کے اسے جادۂ ہدایت پر گامزن کردے گا۔ نیز اُسے نورِ بصیرت سے مالا مال کردے گا اور اس (کی نگاہوں) سے حجاباتِ (ظلمت) اُٹھادے گا۔

◉ یہ دنیا کام کرنے کی جگہ ہے، اور آخرت جزا ملنے کی جگہ۔ اسی لیے داناؤں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کرتے، اور ہمہ وقت اچھائیاں اور نیکیاں بونے میں جٹے ہوتے ہیں، تاکہ کل کٹائی کرتے وقت انھیں کسی پچھتاوے یا اُفسوس کا سامنا نہ ہو۔ ایسے لوگ جادۂ مستقیم کے راہی، فکر آخرت میں غرق، خدا خوفی کے جذبے سے سرشار اور زہد و تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اُن پر خصوصی کرم ہوتا ہے، اور علم و حکمت کی بند در اُن پر کھول دیے جاتے ہیں، جس سے نامعلوم معلوم ہوجاتے ہیں، اور جہالت کی پرتیں خود بخود اُترنا شروع ہوجاتی ہیں۔ جو بھی اخلاص پیشہ اور متلاشی خدا ہو، اس کے لیے راہیں وا ہوجاتی ہیں اور منزل مقصود سمٹ کے اس کے قدموں میں آجاتی ہے۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ۲/۱ ۷۔

حدیث ۲۸

اہل اللہ کی گستاخی و بے اَدبی کا وبال!

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من سب الأنبياء قتل، ومن سب أصحابي جلد .(۱)

یعنی انبیا کو گالی دینے والے کی سزا قتل ہے اور میرے صحابہ کو برا بھلا کہنے والے کی سزا یہ ہے کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں۔

◉ اِسلام اَخلاق واَدب کا مذہب اور شفاف تہذیب وثقافت کا علم بردار ہے۔زندگی کے ہر موڑ پر اس کی تعلیمات بڑی شائستگی کا درس دیتی ہیں۔اَساتذہ ووالدین کی ذمہ داریوں میں اَدب نوازی اور حسن تربیت کو اَوّلین درجے میں رکھا گیا ہے تاکہ علم واَدب اور اخلاق وکردار کے اعتبار سے صحت منداَفراد مسلم معاشرے کو میسر آسکیں، وہ خود بھی امن وآشتی کے ماحول میں جئیں اور دوسروں کو بھی پرسکون زندگی فراہم کریں۔لیکن جب تربیت میں کمی رہ جاتی ہے،اور اخلاق وکردار کا خمیر کسی باعث اسلامی تعلیمات پرنہیں اٹھتا،تو طرح طرح کے بگاڑ اور فساد دیکھنے میں آتے ہیں: زبان غلاظتیں اگلتی ہے، ہاتھ زخم لگاتے ہیں، آنکھیں فتنے جگاتی ہیں،اور منفی سوچ پانی میں آگ لگا ڈالتی ہے۔بسا اَوقات معاملہ اِس سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔اس حدیث سے عظمت انبیا اور مقامِ صحابہ پر خوب روشنی پڑتی ہے اور ان کی عزت وعظمت سے ٹکرانے والوں کے برے انجام کا بھی پتا لگتا ہے۔

(۱) معجم صغیر طبرانی:۱/۳۹۳ حدیث:۶۵۹ ...... العجالة فی احادیث المسلسلہ : ۶۵ ......الاربعین علی الطبقات،ابوالحسن علی بن مفضل مقدسی:۱/۴۶۲۔

حدیث ۲۹

آساں تو نہیں تیرا ہر دل میں جگہ پانا!

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

رأس العقل بعد الإيمان التحبُّب إلى الناس . (۱)

یعنی ایمان کے بعد عقل کا کمال وصحیح اِستعمال یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی جائے۔

◉ ہر دل عزیزی پانا اور عندالناس مقبول ہونا جوے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ہر کسی کا یہ مقسوم نہیں ہوتا، اور نہ صرف میٹھی اور چکنی چپڑی باتوں سے یہ ہفت اقلیم سر ہوتا ہے، اس کے لیے بڑی عقل سوزی اور حکمت آمیزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بادشاہ سطوتِ شاہی اور اپنے دبدبہ وجلال کی بدولت لوگوں کے جسموں پر تو حکومت کرسکتا ہے، اور انھیں اپنا باج گزار بنا سکتا ہے؛ مگر دلوں پر سکہ بٹھانے کے لیے اور عوام کے ذہن وفکر پر چھا جانے کے لیے بڑی تدبیر وفراست اور حکمت وبصیرت درکار ہوتی ہے، جنھیں یہ ہنر آتا ہے وہ اپنی جگیوں اور جھوپڑیوں میں بیٹھ کر لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کررہے ہوتے ہیں، اور اقلیم قلب وجاں کے تاجدار بنے ہوتے ہیں۔ لوگ بے دام اُن کے نام پر بک جاتے ہیں، اور اسے اپنے لیے فخر واِعزاز بھی تصور کرتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانے کے لیے آثار وروایات کے اندر بہت سے قیمتی ٹپس اور بے خطا نسخے موجود ہیں، اُن کو آزمانا چاہیے اور لوگوں کے دلوں کی تسخیر اچھی نیت سے کرکے اُن کا رخ سوے کعبہ ومدینہ پھیر دینا چاہیے کہ یہ ہادی ومہدی دونوں کے لیے وسیلہ خیر وبرکت ثابت ہوگا۔

(۱) معجم اوسط طبرانی: ۱۲۰/۵ حدیث: ۴۸۴۷...... حلیۃ الاولیاء: ۲۰۳/۳۔

حدیث ۳۰

علم اور مسلمان

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم . (۱)

یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔

◉ علم بلاشبہہ اللہ کا نور ہے اور اِس نور سے پروردگار عالم اسی کو نوازتا ہے جسے اپنا محبوب ومقرب بناتا ہے؛ ورنہ علم ہر کسی کا مقسوم کہاں! ۔علم دراصل اِعزازِ بشریت، شرف انسانیت اور افتخارِ آدم وبنی آدم ہے۔ وہ علم ہی تھا جس کی وجہ سے حضرت آدم کو جملہ ملائکہ پر فضیلت وبرتری بخشی گئی، اور وہ علم ہی ہے جس کی وجہ سے علماے ربانیین' انبیا کے وارثین قرار دیے گئے۔مختصر یہ کہ اِسلام میں علم وحکمت کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے اور قرآن وحدیث میں جا بجا اس کی عظمت وفضیلت کے قصیدے پڑھے گئے ہیں۔علم کی فضیلت کے باب میں اِس سے بڑی شہادت اَور کیا ہوسکتی ہے کہ جب آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی آیتوں کے نزول کا وقت آیا تو دیکھیے کہ وحی اِلٰہی کا آغاز علم وتعلیم کی قدر ومنزلت اُجاگر کرتے ہوئے ہورہا ہے۔سورۂ اِقرأ کی ان پانچ اِبتدائی آیات میں صبح قیامت تک پیدا ہونے والے علوم ومعارف کی طرف اِشارہ کردیا گیا ہے؛ مگر شرط یہ رکھی گئی ہے کہ اس کا آغاز اللہ کے نام سے ہونا چاہیے اور اس کی بنیاد اسم ربك کی اِینٹوں پر قائم ہونی چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں روحِ علم سمجھنے اور اس کے فروغ میں کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

---

(۱) معجم صغیر طبرانی:۱/۵۸حدیث:۶۱۔

حدیث [۳۱]

تکبر کسے کہتے ہیں؟

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولائے کائنات شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو نے بارگاہِ رسالت مآب میں دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا خوب رو جوان بیوی رکھنا کِبُر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

پوچھا: کیا اچھے اور عمدہ پوشاک رکھنا یہ کبر ہے؟

فرمایا: نہیں۔

پوچھا: کیا خوبصورت جوتے رکھنا یہ کبر ہے؟

فرمایا: نہیں۔

پوچھا: اچھے کھانے بنانا، پھر لوگوں کی دعوت کرنا، لوگوں کا میرے پیچھے دعوت کھانے کے لیے آنا اور ان کا میرے پاس آ کر کھانا کھانا یہ کبر ہے؟

فرمایا: نہیں بلکہ کبر یہ ہے:

أن تسفه الحق وتغمص الناس.(۱)

یعنی حق کی تحقیر و ناقدری کرنا اور لوگوں کی تذلیل و رسوائی کرنا۔

◉ کسی آدمی سے محبت کرنے کے لیے بس اِتنا ہی جواز کافی ہے کہ وہ صورتِ آدم ہے اور آدم کو اللہ نے اپنی صورت پر تخلیق فرمایا ہے۔ لٰہذا یاد رکھیں کہ جب بھی آدمیت کی تحقیر ہوگی یا اس کے ساتھ گھٹیا و گھناونا معاملہ ہوگا تو اس سے رب کا غضب حرکت میں آئے گا۔

---

(۱) معجم اوسط طبرانی: ۹/۴۲ حدیث: ۹۰۸۸۔

حدیث [۳۲]

تین اہم خصلتیں!

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ثلاث من لم يكن فيه فليس مني و لا من اللّٰه، قيل و ما هن قال حلم يرد به جهل الجاهل و حسن خلق يعيش به في الناس و ورع يحجزه عن معاصي اللّٰه .(۱)

یعنی تین خصلتیں جس کے اندر نہ ہوں اس کا اللہ و رسول سے کوئی تعلق نہیں۔ پوچھا گیا: وہ کیا ہیں؟ تو فرمایا: (۱) ایسا حلم و بردباری جس سے جاہل کی جہالت کا جواب دیا جاسکے۔ (۲) ایسا حسن اخلاق جس کے باعث وہ لوگوں میں (عزت وآبرو کے ساتھ) جی سکے۔ (۳) ایسا زہد و ورع جو اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے روک سکے۔

◉ اُمت مسلمہ کی مجموعی صورت حال پر نظر کرنے کے بعد یہ ناخوشگوار تاثر ملتا ہے کہ گویا ہمارے نزدیک کتاب وسنت کی تعلیمات وہدایات صرف پڑھنے اور سننے کے لیے ہیں، برتنے اور اَپنانے کے لیے نہیں، حالاں کہ اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے ایک سچے مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ خود بھی سچا ہو اور اس کے جملہ معاملات بھی درست ہوں، نیز وہ اَخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ حمیدہ کا مالک ہو۔ دنیا کا تو کیا ہے، بس ایک پرایا گھر سمجھ کر ہمیں اس میں آبرومندانہ طریقے پر آخرت کے لیے بھرپور تیاری کرلینی چاہیے۔

---

(۱) معجم اوسط طبرانی: ۱۲۰/۵ حدیث: ۴۸۴۸۔

حدیث ۳۴

نام 'محمد' کی تقدیس وتکریم

حضرت اِمام حسین اپنے والد ماجد مولاے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إذا سميتم الولد محمداً فأكرموه وأوسعوا له المجلس ولا تقبحوا له وجها . (۱)

یعنی جب بچے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت وتکریم کرو،اس کے لیے بیٹھنے کی جگہ کشادہ کرو،اوراس کو برائی کی طرف نسبت نہ کرو یعنی حتی الامکان اس کو برا نہ کہو۔(بہار شریعت،حاکم مستدرک)

◉ 'محمد' کائناتِ انسانی کا سب سے مقدس،میٹھا اور مبارک نام ہے۔ساری بہاریں اور برکتیں اسی نامِ پاک کا اُترن ہیں۔زمین وآسمان،کون ومکان حتیٰ کہ بہشت بریں کا وہ کون سا گوشہ ہوگا جو اِس نام کی برکت وسعادت سے معمور ومنور نہ ہو۔اِسم 'محمد' کے فضائل سے کتب حدیث وسیر بھری پڑی ہیں۔رکھنے والوں نے فرطِ اَدب میں باپ،بیٹا،دادا،پردادا سب کا نام محمد ہی رکھ دیا،اس میں کسی کا کیا جاتا ہے کہ ایک چھت تلے کئی ایک محمد نامی ہستیاں اقامت گزیں ہوں۔لیکن جہاں اس نام کی بڑی برکتیں اور تاکیدیں وارد ہوئی ہیں وہیں اس کے اِحترام وتقدیس کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے،اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کی ہر شے سے محبت ہوتی ہے اوراس سے منسوب کسی چیز کی ناقدری ہو تو محبّ کا جگر پاش پاش ہوا اُٹھتا ہے،اور یہاں تو محبوب کے اصل نام ہی کی ناقدری وبے حرمتی ہورہی ہے۔اللہ ہمیں جہاں بچوں کے 'محمد' نام رکھنے کی توفیق دے وہیں اُن کی عزت وتکریم کا جذبہ بھی عنایت فرمائے۔آمین

---

(۱) فضائل التسمیۃ بأحمد ومحمد،حسین بن احمد بن بکیر:۳۴،حدیث:۲۶۔

حدیث ۳۴

اِسلام خیر خواہی کا مذہب ہے!

حضرت اِمام حسین اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الا لا یلومن امرؤ نفسه، یبیت وفي یده ریح غمر .(۱)

یعنی اگر کسی کے ہاتھ میں کھانے کی چکناہٹ لگی ہو اور وہ سو جائے اور پھر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اپنے ہی نفس کو برا بھلا کہے۔

◉ اِسلام؛ امن وآشتی، اِحسان ومروّت، بھائی چارہ اور ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کا مذہب ہے۔ اسلام کی خوبیوں میں ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ جہاں فائدے کی چیزوں کی ہدایت کرتا ہے وہیں نقصان دہ چیزوں سے دور رہنے کی تاکید بھی کرتا ہے۔ ہر وہ چیز جس سے ہمارے جان مال، اور اہل وعیال وغیرہ کو کسی بھی طرح کی تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہو، اسلام نے اس سے ہمیں کوسوں دور رکھا ہے اور اس سے بچاو کی ترکیبیں بتادی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ازخود ہلاکت کی کھائی میں کودے اور اپنی جان پر زیادتی کرے تو اس میں مذہب کو قصور وار نہیں ٹھہرایا جاسکتا، یہ سب ہمارے اپنے نفس کی شرارتیں ہیں۔ دنیاوی نقصان تو ہم دیکھتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں؛ مگر بداعمالیوں کی وجہ سے جو اُخروی نقصان ہوتے ہیں ان کو تو بس مانا ہی جاسکتا ہے؛ لہٰذا قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات کو اپنا کر زندگی کے ہر موڑ پر اپنے لیے مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ دونوں جہان کی سرخروئی ہمارا مقدر فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ طٰہٰ ویس ﷺ

(۱) سنن ابن ماجہ: ۱/۲۰۱ حدیث: ۳۵ ۱۷......مسند ابویعلی: ۱۲/۱۱۵ حدیث: ۶۷۴۸۔

حدیث ۳۵

حاملین قرآن کا اِعزاز

حضرت سکینہ بنت حسین روایت کرتی ہیں کہ والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

حملة القرآن عرفاء أهل الجنة يوم القيامة .(۱)

یعنی قرآن کے حاملین قیامت کے دن اہل جنت کے نقیب، نمائندے اور سرپرست ہوں گے۔

◉ اللہ رب العالمین کی لاتعداد انمول نعمتوں میں ایک عظیم ترین نعمت 'قرآن مجید' کا نزول ہے، جس میں پوری انسانیت کی فلاح و بہبودی کا سامان ہے۔ جو سراپا رحمت اور مینارِ رشد وہدایت ہے، جو رب العالمین کی رسی ہے جسے مضبوطی سے پکڑنے والا دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہم کنار ہوگا۔ جو سیدھی اور سچی راہ دکھاتا ہے، اور مکمل فطری دستورِ حیات مہیا کرتا ہے۔ اس کی ہدایات پر عمل کرنے والا سعادت دارین سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اور اس کی مبارک آیات کی تلاوت کرنے والا عظیم اجر وثواب کے ساتھ ساتھ اِطمینان وسکون، فرحت واِنبساط اور زیادتی ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے، جو کثرتِ تلاوت سے بوسیدہ نہیں ہوتا، اور نہ ہی پڑھنے والا کسی اکتاہٹ کا شکار ہوتا ہے بلکہ مزید اشتیاق اور چاہت کے جذبات سے شادکام ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔

یوں ہی 'حاملین قرآن' کا دین میں بڑا مقام ہے۔ دنیا وآخرت میں بہت سی فضیلتیں

(۱) معجم کبیر طبرانی: ۳/۲۱۶ حدیث: ۲۸۳۱۔

اور اِعزازات اُن سے وابستہ ہیں۔ اور کیوں نہ ہو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی آیتوں سے اپنے سینے کے محراب کو منور کیا۔ قرآنی فرمودات کا کما حقہ اِحترام کیا، اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام۔ قرآنی احکامات کو اپنی عملی زندگی میں اُتارا، قرآن ہی کو اپنا امام ومقتدا جانا اور زندگی کے ہر موڑ پر اسی سے رہنمائی لیتے رہے، پہلے اپنا قلب و باطن روشن کیا پھر اس کی روشنی سے قوم کے نونہالوں کو مستنیر کیا، اس طرح کلامِ الٰہی کی روشنی انفس وآفاق میں پھیلا کر نیابت پیغمبر کا فریضہ انجام دیا۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حامل قرآن اسلام کے جھنڈے کو اُٹھانے والا ہے اور جس شخص نے اس کی تعظیم کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور جس نے اس کی توہین کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (کنز العمال، حدیث:۲۲۹۴)

مسند احمد بن حنبل کی حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: صاحب قرآن سے قیامت کے دن کہا جائے گا: قرآن کریم پڑھتا رہ اور درجہ بہ درجہ چڑھتا رہ اور ترتیل کے ساتھ تلاوت کر جس طرح تو دنیا میں تلاوت کرتا تھا؛ کیوں کہ تیرا مقام آخری آیت کے پاس ہے جس کو تو پڑھے گا۔ یعنی جس قدر پڑھے گا اتنا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔

اس میں ایک لطیف اِشارہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ قرآن کے باضابطہ حافظ نہیں ہیں انھیں بھی زیادہ سے زیادہ آیتوں اور سورتوں کو اپنے سینے میں محفوظ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے؛ تاکہ کل قیامت کے دن جب حاملین قرآن کو تلاوت قرآن کا حکم ہو تو یہ بھی حفظ کی ہوئی آیات وسور کو پڑھتے جائیں اور جنت میں اپنے درجات بڑھاتے جائیں۔ کیوں کہ جنت کے درجات آپ کی پڑھی ہوئی آیتوں کے تناسب سے بڑھتے چلے جائیں گے۔ اللہ جل مجدہ ہمیں آیاتِ قرآنی کو اپنے سینہ ودل میں اُتارنے، اس پر کما حقہ عمل پیرا ہونے، اور اپنے بچوں میں بھی اس کا شعور واحساس اُجاگر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

حدیث [۳۶]

کھانا کھلاؤ اور بات عمدہ کرو!

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

يا بني هاشم! أطيبوا الكلام وأطعموا الطعام ....(۱)

یعنی اے بنی ہاشم! عمدہ بات کہو اور کھانا کھلاؤ......۔

◉ اِسلام کے اندر نرم لہجے میں بات کرنے اور کھانا کھلانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ نرم لہجے دلوں کو موہتے ہیں اور لوگ کڑوی سے کڑوی بات بھی برداشت کرنے کی ہمت کر لیتے ہیں، جب کہ سخت لہجے میں کہی گئی بات خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو عموماً رد کر دی جاتی ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ لفظ جادو بھی ہے اور کوڑا بھی۔ فرق صرف طرزِ ادا کا ہے۔ نرم الفاظ، میٹھا اسلوب، مناسب تعبیر اور موقع شناسی آپ کے کلام کو سحر بنا دے گی۔ آپ بولیں گے تو رس گھولیں گے۔ مخاطب سن کر بے اِختیار آپ کا گرویدہ ہو جائے گا۔ آپ کے ساتھ دوبارہ بھی ملاقات کی حسرت دل میں اٹھا رکھے گا۔

ذرا غور فرمائیں کہ دو پیغمبر حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ اور ہارون علیہما السلام کے لیے حکم ربانی ہوتا ہے کہ آپ لوگ جب خدائی کا دعوی کرنے والے فرعون کے پاس جائیں تو بات نرمی سے کریں اور لہجے میں لطافت و مٹھاس رکھیں، ممکن ہے اس کے دل میں آپ کی نصیحت گھر کر جائے اور اس کا دل خشیت الٰہی سے تڑپ اُٹھے۔

(۱) الذریۃ الطاہرہ دولابی: ۱۹۸، حدیث: ۱۶۳۔

یوں ہی اسلام میں کھانا کھلانے کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ یہاں تک کہ جن کے دل غربا و مساکین کی بے کسی کا سوچ کر نہیں دھڑکتے اور وسعت ہوتے ہوئے بھی وہ ان کے کھانے پینے کا اِہتمام نہیں کرتے تو اسے کافرانہ عمل سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم کی دردناک وادی 'ویل' میں بنایا گیا ہے۔

دوسری طرف کھانا کھلانے والوں اور کھانے کی ترغیب دینے والوں کے لیے بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں بلکہ اسے 'اسلام کا بہترین عمل' قرار دیا گیا ہے۔

ایک شخص بارگاہِ نبوی میں آکر پوچھتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اِسلام میں سب سے اچھی خصلت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور سب کو سلام کرنا خواہ ان کو جانتے پہچانتے ہو یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تاجدارِ کائنات محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت بابرکت میں پہنچنے لگے۔ میں بھی حاضر ہوا اور چہرۂ مبارک دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ یہ منور چہرہ کبھی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت آپ کی زبانِ اقدس سے جو سب سے پہلا اِرشاد مجھے اپنے کانوں سے سماعت کرنے کا شرف حاصل ہوا وہ یہ تھا:

أيها الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام . (۱)

یعنی اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانے کھلاؤ، رات میں جب لوگ سو رہے ہوں (اُٹھو) اور نماز پڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں زبان کی مٹھاس، گفتگو کا سلیقہ، فقرا و مساکین کی خبرگیری کا جذبہ اور ایک دوسرے کے کام آنے کا احساس و شعور عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

---

(۱) سنن ابن ماجہ: ۲/۱۰۸۳ حدیث: ۳۲۵۱ ...... سنن ترمذی: ۴/۲۳۳ حدیث: ۲۴۸۵۔

حدیث [۳۷]

کوڑھیوں پر نگاہیں گاڑنے کی ممانعت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لا تديموا النظر إلى المجذومين . (۱)

یعنی جذامیوں کو نظر بھر کر مت دیکھو، یا اُن پر نظریں مت جمائے رکھو۔

◉ ابن ماجہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجذوم آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ کھانے کے تھال میں شریک کیا اور فرمایا: اللہ پر بھروسا کر کے کھاؤ۔

علما کا کہنا ہے کہ ایسا آپ نے ان لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا جو اپنے ایمان وتوکل میں قوی ہیں، اور ناپسندیدہ امر پر صبر سے کام لیتے ہیں اور اسے قضا وقدر کے حوالہ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جو ناپسندیدہ امر پر صبر نہیں کر پاتے اور اپنے بارے میں خوف محسوس کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے آپ نے یہ فرمایا:

و فر من المجذوم كما تفِرُّ من الاسد . (۲)

یعنی کوڑھی سے ایسے ہی دور بھاگو جس طرح شیر کو دیکھ کر راہِ فرار اختیار کرتے ہو۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو ان سے بچنا اور اجتناب کرنا مستحب ہے، لیکن واجب نہیں، اور ان کے ساتھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا پینا بیانِ جواز کے لیے تھا۔ واللہ اعلم

(۱) سنن ابن ماجہ: ۲/۱۱۷۲ حدیث: ۳۵۴۳۔ (۲) صحیح بخاری: ۱۶۴/۷ حدیث: ۵۷۰۷۔

حدیث ﴿۳۸﴾

مرتبے کا لحاظ ضروری ہے!

حضرت اِمام علی بن حسین (زین العابدین) بیان کرتے ہیں کہ والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِسلام سے محبت کی وجہ سے ہم سے محبت رکھو۔ کیوں کہ جد کریم نبی رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

لاترفعوني فوق حقي، فإن اللّٰه تعالیٰ اتخذني عبدا قبل أن يتخذني رسولاً. (۱)

یعنی مجھے میرے مقام سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے عبدیت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد رسالت کا شرف بخشا ہے۔

◉ ایک مردِ مومن کی سب سے قیمتی متاع 'دین' ہے اور دین کی محبت ساری محبتوں پر غالب وفائق ہے، اور یہی محبت ہمیں رشتۂ اُخوت کی خوبصورت کڑی سے جوڑتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عبدیت اور رسالت آقاے دوجہاں ﷺ کی دو عظیم امتیازی شانیں ہیں، اور اس میں ایک دوسرے پر مقدم ہے۔ رسالت پر عبدیت محمدی کی تقدیم کے ثبوت کے لیے کلمہ شہادت أشهد أن محمداً عبده ورسولهٗ کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بھی پہلے آپ کی عبدیت پھر رسالت پر زور دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی تمام بنی آدم کے مقابلے میں 'عبد کامل' کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہے۔ روایات وآثار سے بالتواتر ثابت ہے کہ دورانِ نماز حالت تشہد میں کلمہ شہادت اَدا کرنے کے علاوہ حضور اکرم ﷺ اکثر لوگوں کے سامنے یہ کلمہ پڑھا کرتے تھے یعنی آپ اپنی نبوت ورسالت کے اِعلان سے پہلے ازراہِ تواضع اپنی عبدیت کا اِقرار فرمایا کرتے تھے۔

---

(۱) کنز العمال، متقی: ۳/۶۵۲ حدیث: ۸۳۴۱...... معجم کبیر طبرانی: ۳/۲۱۰ حدیث: ۲۸۲۰۔

حدیث ﴿۳۹﴾

مالِ حرام سے صدقے کی مثال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مثل الرجلِ الذِی یصِیب المال مِن الحرامِ ، ثم یتصدق بِہِ لم یتقبل مِنہ اِلا کما یُتقبَّل مِن الزانِیۃِ التِی تزنِی ، ثم تتصدق بِہٖ علی المرِیضِ . (۱)

یعنی جو مالِ حرام کی کمائی سے صدقہ کرتا ہے وہ مقبول نہیں ہوتا،اس کے صدقے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک زانیہ(اور بدکار)عورت، جو بدکاری کے پیسے کوکسی مریض پرصدقہ کرے۔

◉ اِسلام نے صدقہ وخیرات پر بہت زور دیا ہے۔غربا پروری اورسخاوت وفیاضی ایک ایسا عمل ہے کہ اس سے خالق ومخلوق دونوں کی خوش نودی حاصل کی جاسکتی ہے۔سخی اور فیاض شخص کی فضیلت اوربخیل وکنجوس کی مذمت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔لیکن صدقہ وخیرات کاعمل کرتے ہوئے ہمیں اس بات کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے کہ دیا جانے والا مال حلال وجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو۔کیوں کہ اللہ پاک ہے اور وہ پاکیزہ چیزوں ہی کوقبول فرماتا ہے۔کہیں ایسا نہ ہوکہ صدقہ وخیرات کی فضیلت پانے کے لیے ہم ناجائز طریقے سے کمائے ہوئے مال کوخرچ کرنے لگیں، اس سے فضیلت تو کیا ملنا یہ دونوں جہاں میں ہمارے لیے فضیحت بن جائے گا۔اللہ ہمیں حلال مال کمانے اوراپنی راہ میں اسے بطیب خاطرخرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین یارب العالمین

---

(۱) امثال الحدیث،ابوشیخ اصبہانی:۱؍۱۳۴حدیث:۲۹۴۔

حدیث [۴۰]

کھڑے ہوکر پانی پینا کیسا!

شہید کربلا، لختِ جگر بتولِ زہرا، امام حسین بن علی رضی اللہ عنہم اِرشاد فرماتے ہیں :

رأيت النبي صلى الله عليه و آلـه وسلم يشرب وهـو قائم .(۱)

یعنی میں نے اپنے نانا، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے ہوکر پانی پیتے دیکھا ہے۔

◉ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ 'بستان العارفین' میں فرماتے ہیں: بیٹھ کر تین سانس میں پانی پینا مستحب ہے اور اگر ایک سانس میں یا کھڑے ہوکر کوئی پیے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ احادیث میں اس کے مباح وعدم مباح کا حکم ملتا ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کھڑے ہوکر اور کبھی بیٹھ کر پانی پیتے تھے۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم تو کھڑے ہوکر اور چلتے پھرتے بھی کھاپی لیا کرتے تھے۔

جب کہ حضرت قتادہ' حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔اور ابراہیم بن سعید' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس منع کی شدت یوں بیان کرتے ہیں :

لو يعلم الذي يشرب قائماً ما عليه لاستقاء .

(۱) معجم کبیر طبرانی:۱۳۳/۳حدیث:۲۹۰۵۔

یعنی اگر کھڑے ہوکر پینے والا جان لے کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو پھر وہ پانی پیا ہی نہ کرے۔

ممکن ہے کھڑے ہوکر پانی پینے کی روایت بیانِ جواز کے لیے ہو کہ آدمی کسی ایسے مقام پر ہو جہاں بیٹھنا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو کھڑے ہوکر بھی تشنگی دور کی جاسکتی ہے۔

یا پھر یہ روایت وضو کا پانی کھڑے ہوکر پینے کے تعلق سے ہو۔ جیسا کہ حضرت نزال بن سبرۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ لوگ تو کھڑے ہوکر پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پیتے دیکھا ہے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہاں سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے وضو کا بچا ہوا پانی پینے ہی کی بات کی جارہی ہے۔

پھر فقیہ ابواللیث سمرقندی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیٹھ کر پانی پینا بہتر ہے، اس میں نہ صرف اَدب ہے، بلکہ نقصان اور تکلیف سے نجات بھی ہے۔ موجودہ سائنس اور طب جدید نے بھی اس کی تصدیق وتائید کردی ہے۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پانی پینا صرف اس وجہ سے مکروہ ہے کہ مرض کو پیدا کرتا ہے اور تکیہ لگا کر کھانا بھی صرف پیٹ کے بڑے ہو جانے کے خوف سے مکروہ ہے؛ یعنی یہ ممانعت خیرخواہی کی وجہ سے ہے، حرام نہیں ہے۔

جس طرح مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت آئی ہے؛ کیونکہ یہ ممانعت شفقت کی وجہ سے ہے، حرام نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی مشک کو منہ لگا کر پانی پیے تو یہ بھی جائز ہے۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ٹونٹی (نل) کو منہ لگا کر اور ٹوٹی ہوئی جگہ سے پانی نہ پیے کہ وہاں شیطان بیٹھا رہتا ہے۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

(۱) بستان العارفین، فقیہ ابواللیث سمرقندی مترجم محمد افروز قادری چریاکوٹی: ۲۰۲ تا ۲۰۴۔ گھوسی 2015ء

حدیث [۴۱]

شہرت وناموری کی تباہ کاریاں!

حضرت ابوسعد میثمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سبط پیمبر امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من لبس ثوب شهرة کساه اللّٰه ثوب نار . (۱)

یعنی جو شہرت کا لباس پہنتا ہے اللہ اسے آگ کا لباس پہنائے گا۔

دنیاوی اِعتبار سے مشہور ومعروف ہونا تو ظاہر ہے کہ آفتوں اور فتنوں میں مبتلا ہو جانے اور ایمانی امن وسلامتی کی راہ سے دور جا پڑنے کا سبب ہے ہی، لیکن اگر کوئی شخص اپنی زندگی کے اعتبار سے مشہور ومعروف ہوتا ہے تو وہ بھی خطرہ سے خالی نہیں؛ کیونکہ اس صورت میں اس کے ریا کار ہونے کا گمان کیا جا سکتا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ وہ اس شہرت کی وجہ سے اپنی قیادت وپیشوائی کی طلب وجاہ میں مبتلا ہو جائے اور یہ تمنا کرنے لگے کہ لوگ اس کو اپنا مقتدا اور اپنی عقیدت واحترام کا مرکز بنالیں اور اس طرح وہ شیطان کے بہکانے اور نفس امارہ کے اکسانے کی وجہ سے ان نفسانی خواہشات کی اتباع میں مبتلا ہوسکتا ہے جو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتی ہیں۔ چنانچہ ایسے بندگانِ خدا کم ہی ہوتے ہیں جنہیں عوامی شہرت وناموری حاصل ہوئی اور وہ اس کے نتیجہ میں پیدا ہو جانے والی برائیوں سے محفوظ ومامون رہے، ہاں وہ خصوصی بندے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا مقرب ومحبوب بنالیتا ہے اور وہ صدیقیت کے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں وہ تمام عالم کی شہرت وناموری رکھنے کے باوجود

(۱) الذریۃ الطاہرۃ دولابی:۱۹۹حدیث:۱۶۴۔

اس کی برائیوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس بلند ترین مرتبہ پر فائز ہی اس وقت ہوتے ہیں جب کہ ان کے ظاہر و باطن سے تمام برائیاں مٹ چکی ہوتی ہیں اور ان کا نفس پوری طرح پاکیزہ و شفاف ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ سرکارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: 'انسان کی برائی کے لیے اتنا کافی ہے کہ دین یا دنیا کے اعتبار سے اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔ اِلا یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے'۔(١)

اس حدیث کے آخری جملے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہرت و ناموری کا نقصان دہ اور باعث برائی ہونا اس شخص کے حق میں ہے جس کے ظاہر و باطن پر جاہ و اِقتدار اور شہرت و ناموری کی طلب و خواہش کا سکہ بیٹھ چکا ہو، جب کہ اہل اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں؛ کیونکہ عوامی مقبولیت و شہرت اور جاہ و اقتدار بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہیں بلکہ اللہ کی نعمت ہیں جو وہ اپنے پاک نفس بندوں کو عطا فرماتا ہے جو ان چیزوں کے اہل و مستحق ہوتے ہیں اور جن کے حق میں وہ چیزیں فتنہ و برائی کا باعث بننے کی بجاے بلندی درجات کا باعث بنتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بندگانِ خاص کی نسبت فرمایا: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إمَاماً.

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی بے پناہ عوامی شہرت و مقبولیت دیکھ کر ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ تو لوگوں میں اس قدر مشہور و نمایاں ہو گئے ہیں جب کہ فرمانِ رسالت مآب ہیکہ 'انسان کی برائی کے لیے ....'۔ حضرت حسن بصری نے جواب دیا کہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق اس شخص سے ہے جو دین کے اعتبار سے بدعتی اور دنیا کے اعتبار سے فاسق ہو یعنی جو شخص دنیا میں مالداری و ثروت رکھتا ہے اور اس مالداری و ثروت کی وجہ سے مشہور معروف ہو، لیکن فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو اور دین کے اعتبار سے کتاب وسنت کی اتباع و پیروی کرتا ہو تو وہ شخص اس حکم میں داخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں طلب شہرت سے محفوظ فرمائے اور اپنی خصوصی عزتوں سے مالا مال کرے۔ آمین

---

(١) سنن ترمذی: ۴/۶۳۵ حدیث: ۲۴۵۳۔

اَربعین' پس منظر و پیش منظر

جمع و تدوینِ قرآن کے بعد اَحادیثِ نبویہ کے حفظ وضبط پر جن اَسباب وعوامل نے صحابہ و تابعین اور اَعلام واَساطین کو آمادہ کیا اُن میں اُن بشاراتِ مصطفوی کا بھی ایک خاص مقام رہا ہے جن کی وجہ سے علماے اُمت کے لیے چمنستانِ اَحادیث کے گل پاروں اور بحرآثار کے قطروں کو محفوظ کرنا ایک اَہم علمی وظیفہ اور دینی خدمت بن گیا۔ مثلاً :

نضر اللّٰه عبدا سمع مقالتي فحفظها و وعاها وأداها.....
نضر اللّٰه امرأً سمع منا شيئا فبلغه كما سمع..... من حفظ على أمتي أربعين حديثا من أمر دينها بعثه اللّٰه يوم القيامة في زمرة الفقهاء والعلماء .

یعنی اللہ اس شخص کو شادوآباد رکھے جو میری حدیث سن کر اسے یاد کرلے، اور پھر پوری ذمہ داری سے اسے دوسروں تک پہنچادے۔۔۔ اللہ اس بندے کا بھلا فرمائے جو ہم سے کچھ سنے اور بعینہٖ اسے آگے لوگوں تک پہنچادے۔۔۔ میرا جو کوئی اُمتی چالیس دینی حدیثیں یاد کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کا حشر اربابِ علم وفقہ کے ساتھ فرمائے گا۔

مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس حدیثوں کے حفظ ونقل پر جو عظیم بشارت دی ہے اس کے پیش نظر خیرالقرون سے اَب تک فضیلت وثواب کی تحصیل اور سعادتِ دارین کے حصول کی خاطر علماے اُمت نے نہ صرف اَربعین احادیث کا تحفظ کیا؛ بلکہ زبانی یا تحریری طریقہ سے انھیں دوسروں تک پہنچانے کا بھی خوبصورت اہتمام فرمایا ہے۔

فن حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کتب اَحادیث کے اقسام میں محدثین نے ایک

خاص قسم اَربعینات بھی ذکر کی ہیں ۔ اِن اَربعینات کا تعارف پیش کرنے سے قبل مذکورہ بالا حدیثِ اربعین کے کچھ متعلقات ذکر کرنا مناسب اور مفید ہوگا۔

یہ حدیث امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ (م ٦٧٦ھ) کے بقول کئی صحابہ کرام حضرات علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، انس بن مالک، ابو ہریرہ، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم سے مختلف اَلفاظ کے ساتھ کئی طرق سے مروی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں: كنت لـه يوم القيامة شفيعا وشهيدا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں: قيل لـه ادخلِ الجنة من أيِ أبوابِ الجنة شِئت آیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں: كتِب في زمرة العلماء و حشِر في زمرة الشهداء منقول ہے۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں: أدخلته يوم القيامة في شفاعتي وارد ہے۔ نیز بعض روایت میں: أربعين حديثا من السنة، یا مِن سنتي کا لفظ آیا ہے۔ اور بعض میں: من حفظ علی أمتي کی بجاے من حمل مِن أمتي کا لفظ پایا جاتا ہے۔ (١)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ٩٧٣ھ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تیرہ صحابۂ کرام سے وارد ہوئی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ٥٩٧ھ) نے اپنی کتاب عِلل میں ان تمام کی تخریج کی ہے، اور امام زکی الدین عبدالعظیم منذری (م ٦٥٦ھ) نے اس حدیث پر مستقل ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور میں نے اِملا میں اس کی تلخیص کی ہے، اور ایک جزء میں حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا ہے۔ (٢)

(١) جامع الصغیر، امام سیوطی، الاربعین نووی۔
(٢) فیض القدیر، ج:٤، ص:١٥٥۔

علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمہ (م ۱۰۳۰ھ) صاحب فیض القدیر حدیث کے الفاظ مختلفہ کے مابین جمع وتطبیق یا حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'اَربعین کے حفظ کرنے والے قیامت کے دن مختلف المراتب ہوں گے: بعضوں کا حشر زمرۂ شہدا میں ہوگا اور بعضوں کو گروہِ علما میں۔ جب کہ بعض بحیثیت فقیہ وعالم اُٹھائے جائیں گے؛ گرچہ وہ دنیا میں ایسے نہیں تھے۔(۱)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م ۱۰۵۲ھ) حدیث 'من حفظ علیٰ اُمتی' کے تحت رقم طراز ہیں: 'علماے کرام فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اِرشاد سے مراد ومقصود لوگوں تک بس چالیس اَحادیث کا پہنچا دینا ہے، چاہے وہ اسے یاد نہ بھی ہوں اور ان کا معنی بھی اسے معلوم نہ ہو'۔(۲)

نیز مفسرِ شہیر حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۱ھ) فرماتے ہیں: 'اس حدیث کے بہت سے پہلو ہیں؛ چالیس حدیثیں یاد کرکے مسلمانوں کو سنانا، اور روایتیں سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری اُمت تک پہنچا دے تو قیامت میں اُس کا حشر علماے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان وتقویٰ کی خصوصی گواہی دوں گا؛ ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی۔ اسی حدیث کی بنا پر قریباً اکثر محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے، وہاں علیحدہ چہل حدیث بھی جمع فرمائیں۔(۳)

فقیہ ابواللیث سمرقندی (م ۳۷۵ھ) نے 'بستان العارفین' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ 'چالیس حدیثوں کو اگر کوئی اَزبر (حفظ) کرلے تو یہ اس کے حق میں چالیس ہزار درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے'۔ اور بعض روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حدیث کے بدلے قیامت کے دن اسے نور عطا فرمائے گا۔(۴)

(۱) شرح اربعین لابن دقیق العید۔ (۲) اشعۃ اللّمعات، ۱/۱۸۶۔
(۳) مرأۃ المناجیح: ۱/۲۲۱۔ (۴) بستان العارفین: ۱۰۶۔

عمل بالاربعین کی لطیف صورت : علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اَربعین کا پہلا عدد ربع عشر ہے، پس جس طرح حدیثِ زکوٰۃ ربع عشر بقیہ مال کی تطہیر پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح ربع عشر پر عمل بقیہ اَحادیث کو غیر معمول بہا ہونے سے خارج کر دیتا ہے۔ چنانچہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ (م۲۲۷ھ) فرماتے تھے: اے اَصحاب حدیث! ہر چالیس میں سے ایک حدیث پر عمل کرلو۔(۱)

امام نووی علیہ الرحمہ کی شہادت کے مطابق سب سے پہلے اِس سلسلۂ خیر میں حضرت عبداللہ بن مبارک نے حصہ ڈالا، پھر عالم ربانی محمد بن اسلم طوسی نے، اور اس کے بعد حسن بن سفیان نسائی نے۔ اور پھر آگے چل کر امام ابوبکر آجری، ابوبکر اصفہانی، دارقطنی، حاکم، ابونعیم اور ابوعبدالرحمٰن سلمی وغیرہم متقدمین ومتاخرین کی بڑی تعداد نے اس سلسلہ میں گراں مایہ خدمات انجام دیں؛ تاہم ہر ایک کے اَغراض ومقاصد مختلف اور طرزِ انتخاب جداگانہ ہے۔

کسی نے اُصولِ دین کے مضمون کو بنیاد بنایا...... کسی نے فروعی مسائل سے تعرض کیا۔ کسی نے جہاد میں حصہ لیا تو کسی نے زہد وورع کو موضوعِ سخن بنایا...... کسی نے آدابِ زندگی کو پیش نظر رکھا...... بعض نے اِختصار و اِیجاز کا طریق اِختیار کیا تو بعض نے جوامع الکلِم کو ظاہر وروشن کیا...... بعض نے صحتِ احادیث کا اِلتزام کیا تو بعض نے حسن وضعیف روایت کو بھی جگہ دی؛ حتی کہ بعض نے صرف اس کا اِہتمام کیا کہ اَحادیث طعن وقدح سے سالم ومحفوظ ہوں خواہ کسی بھی مضمون سے متعلق ہوں۔

بات یہیں پر ختم نہیں ہوجاتی؛ بلکہ بعضوں نے جدت طرازی، غرابت پسندی اور تنوع وتفنن کا بھی ثبوت دیا ہے جس سے پڑھنے والوں کی علمی بالیدگی، ذہنی نشاط اور قلبی اِنشراح ہونا ظاہر ہے؛ مقصد بس اتنا ہے کہ سنت پر عمل کا داعیہ پیدا ہو؛ الغرض! جس نے بھی اُمت کی نفع رسانی کے لیے چالیس اَحادیث ان تک پہنچائی اور خود بھی دین پر قائم اور عمل پیرا رہا، وہ- اِن شاء اللہ العزیز- اس فضیلت ومنقبت کا مستحق ہوگا۔

---

(۱) شرح اربعین لابن دقیق العید۔

صاحب کشف الظنون علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ معروف بکاتب چلپی (م١٠٦٧ھ) نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے زمانے تک کے مشاہیر علما میں سے تقریباً نوے (٩٠) سے زائد اَربعینات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے یہاں چند کا تعارف اُن کے مختلف الجہت موضوع کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

☆ أربعين ابن المبارك (م١٨١ھ): امام نووی فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق یہ سب سے پہلی باضابطہ اَربعین ہے جو اس سلسلے میں تصنیف کی گئی۔

☆ أربعين يمانية: محمد بن عبدالحمید قرشی (م٣١٧ھ) کی ہے جو خطہ یمن کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہے۔

☆ أربعين بيهقي: امام ابوبکر شمس الدین احمد بن حسین شافعی بیہقی (م٤٥٨ھ) کی تصنیف ہے، اس میں سوا حادیثِ اخلاق کو ٤٠/اَبواب پر مرتب کیا گیا ہے۔

☆ أربعين طائية: ابوالفتوح محمد بن محمد بن علی طائی ہمدانی (م٥٥٥ھ) کی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی مسموعات میں سے چالیس حدیثیں چالیس شیوخ سے اِملا کرائی ہیں، بایں طور کہ ہر حدیث الگ صحابی سے ہے، پھر ہر صحابی کی سوانح حیات ان کے فضائل اور ہر حدیث کے فوائد مشتملہ، الفاظ غریبہ کی تشریح اور پھر چند مستحسن جملے ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام 'اربعین فی ارشاد السائرین اِلی منازل الیقین' رکھا۔ بقول علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ: یہ کتاب بہت خوب، اور اپنے موضوع پر عمدہ تصنیف ہے، اس کا تعلق بیک وقت علوم حدیث، فقہ، اَدب اور وعظ وبیان سے ہے۔

☆ الأربعين في أصول الدين: ابوحامد محمد بن محمد غزالی (م٥٠٥ھ) کی ہے جو تصوف ومعرفت کے مسائل وفضائل پر مشتمل ہے۔

☆ أربعينات ابن عساكر: ابوالقاسم علی بن حسن دمشقی شافعی (م٥٧١ھ) نے کئی اَربعین لکھی ہیں: (١) اربعین طوال، (٢) اربعین فی الابدال العوال، (٣) اربعین فی الاجتہاد فی اقامۃ الحدود، (٤) اَربعین بلدانیہ۔

اربعین طوال میں چالیس ایسی طویل حدیثیں جمع کی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں اور صحابہ کرام کے فضائل ومناقب پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ ساتھ ہی اس میں ہر حدیث کی صحت وسقم کو بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

☆ أربعين بلدانية: **ابوطاہر احمد بن محمد اَصبہانی** (م ٥٧٦ھ) نے چالیس حدیثیں چالیس شیوخ سے چالیس شہروں میں جمع کی ہیں۔ ابن عساکر نے اِن کی اتباع میں ایسی بھی ایک اربعین لکھی اور اس پر یہ اضافہ کیا کہ ان حدیثوں کو چالیس صحابہ کرام سے چالیس بابوں میں ذکر کیا؛ چونکہ ہر حدیث کے مالہ وماعلیہ پر کلام بھی کیا ہے اِس وجہ سے ہر باب گویا مستقل کتابچہ بن گیا ہے۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سے محدثین عظام نے 'اربعین بلدانیہ' جمع فرمائی ہیں۔

☆ الأربعين في فضائل عباس رضی اللہ عنہ: **ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی** (م ٤٢٧ھ) کی ہے۔

☆ الأربعين في فضائل عثمان رضی اللہ عنہ، الأربعين في فضائل علي رضی اللہ عنہ: **یہ دونوں ابوالخیر رضی الدین القزوینی شافعی** (م ٥٨٩ھ) کی مرتبہ ہیں۔

☆ أربعين في أصول الدين: **امام فخر الدین محمد بن عمر رازی** (م ٦٠٦ھ) نے اس کو اپنے فرزند محمد کے لیے تالیف کیا تھا جسے علم کلام کے چالیس مسائل پر مرتب کیا ہے۔

☆ الأربعين: **موفق الدین عبد اللطیف بن یوسف الحکیم فیلسوف بغدادی** (م ٦٢٩ھ) نے طب نبوی پر جمع کیا ہے۔

☆ الأربعين: **محمد بن احمد یمنی بطال** (م ٦٣٠ھ) نے اس میں صبح وشام کے اَذکار ووظائف جمع کیے ہیں۔

☆ أربعين ابن العربي: **محی الدین محمد بن علی** (م ٦٣٨ھ) نے اسے مکہ میں جمع کیا اس شرط کے ساتھ کہ اس کی سند اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچتی ہے (یعنی بواسطہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر اس کے بعد اور چالیس روایتیں اللہ تعالیٰ سے نقل کی ہیں اس طرح کہ اس کی سند بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ کے اللہ تک پہنچتی ہے۔

☆ الأربعين المختارة في فضل الحج والزيارة: حافظ جمال الدین اندلسی (م ٦٦٣ھ) کی ترتیب شدہ ہے۔

☆ اَربعین نووي: ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی شافعی (م ٦٧٦ھ) نے تالیف کی ہے، جس میں امام نووی نے متقدمین علما کے بکھرے مقاصد کو یکجا فرما دیا ہے یعنی ایسی حدیثوں کا انتخاب فرمایا جو دین وشریعت کی بنیاد و اُصول بھی ہیں اور اعمال واخلاق اور تقویٰ وطہارت کی اَساس بھی، اور پھر کمال یہ کہ صحت کا بھرپور اِلتزام فرمایا ہے بلکہ اکثر احادیث صحیحین سے ماخوذ ہیں۔ اخیر میں اربعین پر دو کا اضافہ کر کے غالبًا 'ان عدد الاربعین للتکثیر لا للتحدید' کی طرف اشارہ کر دیا۔

چونکہ یہ اَربعین نووی جامع المقاصد تھی اس لیے بعد کے علماے فحول نے اس کی تشریح وتوضیح کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی۔ علامہ چلپی نے تقریباً ۲۰/ شارحین کا ذکر کیا ہے، جن میں ایک علامہ ابن حجر عسقلانی بھی ہیں جنھوں نے احادیث کی تخریج کی ہے۔ اس کی ایک عمدہ شرح علامہ ابن دقیق العید کی بھی ہے؛ مگر کشف الظنون میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

☆ الأربعين الإلهية: حافظ ابوسعید خلیل بن کیکلدی (م ٧٦١ھ) نے کئی اَربعینات تالیف کی ہیں: ایک یہی جو تین جزؤں میں ہے۔ دوسری الأربعين في اعمال المتقين ۴۶/اَجزا میں اور الاربعین المعنعنه ۱۲/ جزؤں میں ہے۔

☆ أربعين ابن جزري: شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعی (م ۸۳۸ھ) نے اس میں ایسی چالیس حدیثیں ذکر کی ہیں جو اصح، افصح اور اَوجز ہیں۔

☆ أربعین عالیة: حافظ احمد بن حجر عسقلانی شافعی (م۸۵۲ھ) کی ہے اس میں انھوں نے صحیحین میں سے ایسی چالیس حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں مسلم کی سند بخاری کی سند سے عالی ہے، اس کے علاوہ اربعین متباینہ اور اربعین نووی کی تخریج وغیرہ بھی ہے۔

☆ أربعیناتِ سیوطي: علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (م۹۱۱ھ) نے کئی اَربعین مرتب کی ہیں: ایک فضائل جہاد میں، ایک رفع الیدین فی الدعاء میں۔ ایک امام مالک کی روایت سے۔ اور ایک روایت متباینہ میں۔

☆ الأربعین عشاریات الاسناد: قاضی جمال الدین اِبراہیم بن علی قلقشندی شافعی (م۹۶۰ھ) نے تصنیف کی ہے، اس میں انھوں نے ایسی چالیس روایات اِملا کرائی ہیں جو سند کے اِعتبار سے عالی ہیں اگرچہ حسن کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں۔

☆ أربعین طاش کبریٰ زادہ: احمد بن مصطفیٰ رومی (م۹۶۸ھ) نے اس میں ایسی چالیس حدیثیں ذکر کی ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور مزاح و دل بستگی کے صادر ہوئی ہیں۔

☆ أربعین عدلیة: شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی مکی (م۹۷۳ھ) نے اپنی سند سے ایسی چالیس اَحادیث جمع کی ہیں جو عدل و عادل سے متعلق ہیں۔

☆ أربعین قدسیة: حسین بن احمد بن محمد ابن بیری (م۱۰۹۹ھ) نے ایسی احادیث کا اِنتخاب کیا ہے جن کا تعلق اَسرارِ عرفانی اور علومِ لدنی سے ہے، پھر صوفیہ کرام کے مذاق کے مطابق اس کی شرح کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ چالیس حدیث قدسی مع شرح کے اِضافہ کیا ہے اس کتاب کا اصل نام 'مفتاح الکنوز ومصباح الرموز' ہے۔

☆ أربعین: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۶ھ) نے ایسی چالیس اَحادیث کا انتخاب فرمایا ہے جو قلیل المبانی وکثیر المعانی یعنی جوامع الکلم کے قبیل سے ہیں۔

☆ أربعین خویشاوند: ابوسعید احمد بن طوسی (متوفی....) کی ہے اس میں فقرا اور صالحین کے مناقب میں اَحادیث بیان کی ہیں۔

☆ مختصر المیزان: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (م۱۳۴۰ھ) نے اس میں چالیس حدیثیں سوادِ اعظم کی پیروی سے متعلق درج کی ہیں، نیز چالیس حدیثیں اس تعلق سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کے طریقے کی اِتباع کرنے والا فرقہ ہی 'فرقہ ناجیہ' ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی ایک اَربعینات مرتب فرمائی ہیں، جس میں آپ کا علمی رنگ بالکل جداگانہ ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں: ائمہ وصلحا نے رنگ رنگ کی (اَربعینات) چہل حدیثیں لکھی ہیں، اور ہم بتوفیقہ تعالیٰ غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی چہل حدیث لکھتے ہیں۔ کتاب کا تاریخی نام 'الزبدة الزكية في تحريم سجودِ التحية' (۱۳۳۷ھ) ہے۔ یوں ہی ایک سوال کے جواب میں آپ نے 'اسماع الاربعين في شفاعة سيد المحبوبين' تصنیف فرمائی۔

المختصر! امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی اَربعین سے لے کر اب تک کے ذخیرۂ اَربعینات میں سے مشتے نمونہ اَز خروارے صرف چند کا تعارف پیش کیا گیا ہے اِستیعاب مقصود نہیں۔

اس تفصیل سے آپ پر عیاں ہو گیا ہوگا کہ اَربعین نویسی' علوم حدیث کی علمی دلچسپیوں کا ایک مستقل باب رہا ہے۔ تذکرہ نگاروں کی روایات اور مورخین حدیث کی تفصیلات کے مطابق حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ پہلے محدث ہیں جنھوں نے اس فن پر پہلی اربعین مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں علم حدیث، حفاظت حدیث، اور حفظ حدیث کی علمی اور عملی ترغیبات نے اَربعین نویسی کو ایک مستقل شعبۂ حدیث بنا دیا۔

اس ضمن میں کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں اَربعین کے سینکڑوں مجموعے

اُصولِ دین، عبادات، آدابِ زندگی، زہدوتقویٰ اور خطبات وجہاد جیسے موضوعات پر مرتب ہوتے رہے۔

برصغیر میں بھی اَربعین نویسی کا ذوق رہا اور اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے لے کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی تک بہت سے مجموعے ہمارے سامنے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کردہ تفصیل سے معلوم ہوا۔ تاہم اَربعینات کی فہرست میں 'اربعین امام نووی' سب سے ممتاز، مشہور، معتبر اور نمایاں کام قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث اَربعین کے حفظ ونقل کی بشارت کے پیش نظر داعیہ پیدا ہوا کہ ناچیز محمد افروز قادری چریاکوٹی بھی چالیس حدیثوں کو جمع کر کے عوام وخواص تک پہنچانے کا دینی ومنصبی فریضہ انجام دے؛ چنانچہ اللہ جل مجدہ کی توفیق وعنایت سے سلسلۂ اَربعینات کو ایک نئی جہت سے آشنا کرنے کی غرض سے 'سلسلۂ أربعیناتِ چریاکوٹی' کے عنوان کے تحت نصف درجن کے قریب چہل حدیثیں ایک خاص تنوع، ندرت اور لطافت کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت ارزانی ہوئی۔

سب سے پہلے بچوں کے لیے سبق آموز کہانیوں پر مشتمل **'چالیس حدیثیں'** مرتب کرنے کی توفیق ملی، جسے قارئین کی طرف سے ڈھیروں داد وتحسین ملی۔ اردو، ہندی اور انگلش تینوں زبانوں میں یہ دستیاب ہے۔ اس کے بعد دوسری اربعین **'فرشتے جن کے زائر ہیں'** کے نام سے طبع اور مقبول ہوئی۔ پھر تیسری اربعین خاص حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ کی مرویات کے حوالے سے شائع ہوئی۔ اور اَب **'اَربعین اِمام حسین** ﷺ' کا یہ تازہ تحفہ لے کر آپ کی عدالت میں حاضر ہیں، اس تمنا وآرزو کے ساتھ کہ اس سے استفادے کے دوران فقیر قادری، اُس کے والدین، اور مشفق اَساتذہ کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد کرنا نہ بھولیں اور سیدنا امام حسین کی تعلیمات ومرویات کو فروغ میں دینے میں ہر ممکنہ کوشش کریں تاکہ معاشرہ سیرتِ پیمبر کا آئینہ دار بنے اور سنت مصطفےٰ کی روشنی گھر گھر پھیلے۔ آمین۔

مصادِر و مراجع

❁ المؤطا إمام مالك : ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک اصبحی مدنی [۱۷۹ھ]

❁ مسند سعيد بن منصور : ابوعثمان سعید بن منصور خراسانی [۲۲۷ھ]

❁ مصنف ابن أبي شيبة : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن احمد نسفی [۲۳۵ھ]

❁ مسند إمام أحمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]

❁ نوادر الأصول : محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی [۲۵۵ھ]

❁ سنن الدارمی : امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی [۲۵۵ھ]

❁ الصحيح بخاري : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]

❁ الأدب المفرد للبخاري : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]

❁ صحيح مسلم : امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری [۲۶۱ھ]

❁ سنن ابن ماجه : امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی [۲۷۳ھ]

❁ سنن ابی داؤد : امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث [۲۷۵ھ]

❁ سنن الترمذي : امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی [۲۷۹ھ]

❁ مسند البزار : حافظ ابوبکر احمد بن عمرو عتکی بزار [۲۹۳ھ]

❁ سنن النسائي الکبریٰ : ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی [۳۰۳ھ]

❁ مسند أبي يعلى الموصلي : احمد بن علی موصلی [۳۰۷ھ]

❁ الذرية الطاهرة النبوية : حافظ ابوبشر محمد بن احمد دولابی [۳۱۰ھ]

❁ صحيح ابن خزيمة : ابوبکر محمد ابن اسحٰق ابن خزیمہ [۳۱۱ھ]

❁ مستخرج أبي عوانة : یعقوب بن اسحاق اسفرائنی [۳۱۶ھ]

❁ اعتلال القلوب : ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد خرائطی [۳۲۷ھ]

❁ القبل و المعانقة و المصافحة : ابوسعید احمد بصری کوفی معروف بہ ابن اعرابی [۳۴۰ھ]

❁ معجم ابن الأعرابي : ابوسعید احمد بن محمد بن اعرابی [۳۴۰ھ]

❁ صحيح ابن حبان : ابوالشیخ محمد بن حبان [۳۵۴ھ]

❁ المعجم الكبير : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۳٦۰ھ]

❁ المعجم الأوسط : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۳٦۰ھ]

❁ المعجم الصغير : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۳٦۰ھ]

❁ الدعاء للطبراني : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۳٦۰ھ]

❁ أمثال الحديث : ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر محمد بن حبان اصبہانی [۳٦۹ھ]

❁ سنن الدار قطني : ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی [۳۸۵ھ]

❁ فضائل التسمية بمحمد : حسین بن احمد بن بکیر [۳۸۸ھ]

❁ المستدرک : امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری [۴۰۵ھ]

❁ معرفة الصحابة : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]

❁ أخبار أصبهان : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]

❁ حلية الأولياء : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]

❁ أمالي ابن بشران : ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن بشران [۴۳۲ھ]

❁ مسند الشهاب القضاعي : ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی شافعی [۴۵۴ھ]

❁ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]

❁ شعب الايمان للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]

❁ الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع : ابوبکر احمد خطیب بغدادی [۴٦۳ھ]

❁ مشيخة ابن ابى الصقر : محمد بن احمد بن محمد بن مفلح لخمی [۴۷٦ھ]

❁ الفردوس بمأثور الخطاب : ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی [۵۰۹ھ]

❁ الأربعين على الطبقات : ابوالحسن علی بن مفضل مقدسی [٦۱۱ھ]

❁ كنز العمال : علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری [۹۷۵ھ]

❁ العجالة في أحاديث المسلسلة : ابوفیض محمد یاسین فادانی مکی مالکی [۱۴۱۰ھ]

مولانا محمد اَفروز قادری چریاکوٹی کی مطبوعہ کتب

[حرف حرف دھڑکتا ہوا، لفظ لفظ بولتا ہوا، بات بات من میں اُترتی ہوئی]

تصنیف وتالیف

نوجوانوں کی حکایات اِنسائیکلوپیڈیا	Pages	1008	Rs. 450.00
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!	Pages	360	Rs. 180.00
آئینۂ مضامین قرآن	Pages	352	Rs. 200.00
طوافِ خانۂ کعبہ کے روح پرور واقعات	Pages	184	Rs. 100.00
مرنے کے بعد کیا بیتی؟	Pages	264	Rs. 100.00
'وقت' ہزار نعمت	Pages	184	Rs. 100.00
بولوں سے حکمت پھوٹے	Pages	184	Rs. 100.00
برکاتُ الترتیل	Pages	216	Rs. 100.00
علامہ فاروق چریاکوٹی اور ان کے تین عظیم بیٹے	Pages	144	Rs. 100.00
کتاب الخیر [اَدعیہ واَذکارِ مسنونہ]	Pages	112	Rs. 60.00
کاش! نوجوانوں کو معلوم ہوتا!!	Pages	048	Rs. 30.00
فرشتے جن کے زائر ہیں	Pages	088	Rs. 40.00
عقائد علماے چریاکوٹ (اُردو، ہندی)	Pages	064	Rs. 40.00
باتیں جو زندگی بدل دیں......	Pages	064	Rs. 40.00
کلامِ الٰہی کی اَثر آفرینی	Pages	144	Rs. 60.00
مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر الزام خودکشی!	Pages	072	Rs. 40.00
اربعین مالک بن دینار	Pages	040	Rs. 20.00
چالیس حدیثیں بچوں کے لیے (اُردو، ہندی، انگلش)	Pages	096	Rs. 50.00
چند لمحے اُم المومنین کی آغوش میں	Pages	104	Rs. 40.00
بزم گاہِ آرزو (دیوان راہی چریاکوٹی)	Pages	160	Rs. 50.00
خطباتِ نسواں (اُم رفقہ جویریہ قادری)	Pages	304	Rs. 140.00

ترجمہ و تھذیب

⇐ بستان العارفین (اُردو)	512 Pages	Rs. 300.00
⇐ ایسے تھے مرے اَسلاف!	256 Pages	Rs. 110.00
⇐ آئیں دیدارِ مصطفےٰ کرلیں	184 Pages	Rs. 100.00
⇐ تاجدارِ کائنات ﷺ کی نصیحتیں	120 Pages	Rs. 80.00
⇐ پیارے بیٹے!	036 Pages	Rs. 25.00
⇐ اے میرے عزیز!	032 Pages	Rs. 10.00
⇐ اپنے لختِ جگر کے لیے!	040 Pages	Rs. 30.00
⇐ موت کیا ہے؟	088 Pages	Rs. 40.00
⇐ اور مشکل آسان ہوگئی	096 Pages	Rs. 50.00
⇐ مذاق کا اِسلامی تصور	072 Pages	Rs. 40.00
⇐ یارسول اللہ! آپ سے محبت اور درود کیوں؟	076 Pages	Rs. 40.00
⇐ چار بڑے اَقطاب [الجیلانی، الرفاعی، الدسوقی، البدوی]	060 Pages	Rs. 25.00
⇐ جامعۃ الازہر کا ایک تاریخی فتویٰ (اُردو، ہندی)	036 Pages	Rs. 20.00
⇐ ترجمانِ اہل سنت (آئیں سنت کا دفاع کریں)	116 Pages	Rs. 45.00

ترتیب، تدوین، تسھیل، تحقیق

⇐ اَنوارِ ساطعہ دربیانِ مولود و فاتحہ	688 Pages	Rs. 200.00
⇐ برکات الاولیاء (تسہیل و تقدیم)	384 Pages	Rs. 250.00
⇐ تذکرۃ الانساب (تذکرۂ مشاہیر و سادات)	288 Pages	Rs. 200.00
⇐ شیعیت کا پوسٹ مارٹم (دمِ چار یار)	176 Pages	Rs. 120.00
⇐ رسائل حسن (جمع و ترتیب)	624 Pages	Rs. 240.00
⇐ کلیاتِ حسن (جمع و ترتیب)	444 Pages	Rs. 170.00
⇐ رسائل محدثِ قصوری (جلد اوّل)	736 Pages	Rs. 300.00
⇐ رسائل محدثِ قصوری (جلد دوم)	690 Pages	Rs. 300.00
⇐ اِثباتِ شفاعت اور اَنبیا کی عصمت	080 Pages	Rs. 60.00
⇐ دولت بے زوال (اُردو، ہندی)	132 Pages	Rs. 50.00
⇐ تحفۂ رفاعیہ (تسہیل و تخریج)	096 Pages	Rs. 40.00
⇐ الباقیات الصالحات 'میلاد نامہ' (ترتیب و تقدیم)	080 Pages	Rs. 35.00
⇐ حیاتِ اشرف گلشن آبادی (اُردو ، ہندی)	080 Pages	Rs. 35.00
⇐ راندیر میں فتحِ عجیب (ترتیب و تقدیم)	096 Pages	Rs. 40.00

ملنے کا پتہ: کمال بک ڈپو ، گھوسی، مئو، Ph: 09935465182